

وَتَذَرْنَاهُمْ فِيهَا يَدِينُونَ
 الَّذِينَ اسْتَضَعُوا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا
 الْفُلْكَ وَالْجِبَالَ حُدُودًا لَّهُمْ لِيَحْفَظُوا
 أَنْفُسَهُمْ وَالرُّبْعَ الْحَرَامَ لِيَتَّقُوا اللَّهَ
 الَّذِي هُوَ الْغَنِيُّ الرَّحِيمُ
 (القرآن الحکیم)

قرآنی دستور انقلاب

یعنی
 سُورَةُ مُزْتَلٍ اَوْدُ سُورَةُ مَدِينَةٍ

حکیمانہ تفسیر

مؤلف مولانا عبد اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

مترجمہ
 شیخ بشیر احمد بی بی لودی

اس میں امام الائمہ، حجۃ اللہ فی الارض، امام و خاتم النبیین حضرت مولانا محمد علی قاسمی کے فلسفے کے مطابق
 دیکھایا گیا ہے کہ قرآن حکیم کا منشا اقتصادی اور علمی سرمایہ داروں کے خلاف عالمگیر انقلاب ہے۔

بیتِ حکمت، لاہور

تعداد اشاعت: ۱۰۰۰

قیمت

پاکستان

297
 6 فر
 18

وَنَزَّلْنَا آيَاتِنَا عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَهُمُ الْوَارِثِينَ وَنَمَكَّنَّا لَهُمُ الْأَرْضَ
 ہم چاہتے ہیں کہ ملک میں جو لوگ کو کمزور بنا دیا گیا ہے، ان پر احسان کریں یعنی انہیں ملک رہنما اور حکومت دیکھنے کی وارث بنا کر ملک میں مغربوں کی سیساؤ قائم کریں
 (القرآن الحکیم)

قرآنی دستور انقلاب

یعنی

سُورَةُ مُزَّمِّلٍ أَوْرِدَ سُورَةَ مَدَائِرِ

حکیمانہ تشریح

از

حضرت مولانا عبد اللہ سندھی، رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ
 مرتبہ

شیخ بشیر احمد بی۔ اے لودھی

جس میں امام الائمہ، حجۃ اللہ فی الارض، امام ولی اللہ محدث دہلوی کے فلسفے کے مطابق
 دکھایا گیا ہے کہ قرآن حکیم کا منشا اقتصادی اور علمی سرمایہ داروں کے خلاف عالمگیر انقلاب برپا کرنا ہے

بیت الحکمت، لاہور

ہدیہ: دو روپے آٹھ آنے
 طبع اول
 تعداد اشاعت: ۱۰۰۰

DATA ENTERED

۲۹۲۵۱۴۲
۳۴۵۳

18886

بِسْمِہِ سُبْحَانِہِ

میں یہ اوراق اپنے کہن سال جوان فکرِ استاذِ معظم، محباہ
فی سبیل اللہ، حضرت مولانا عبد اللہ سندھی رحمۃ اللہ
علیہ و علی اساتذتہ و مشائخہ کے نامِ نامی سے معنون
کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جن کے فیض سے یہ
قلب بند ہوئے ہیں اور جنہوں نے مسلمانان ہند
کو قرآنی انقلاب سے روشناس کرایا اور جنہوں نے
اور فلسفہ ولی اللہی
خدا تعالیٰ کے قانون کو دنیا میں بلند کرنے کی کوشش میں
اپنی جان و مال، اپنے عزیز و اقارب اور ملک و وطن سب
کچھ ہیچ سمجھا اور ایک بلند نظر، صاحبِ عزیمت انقلابی کی طرح
زندگی بسر کر کے آخر کار یکم رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ کو بحالتِ صوم
جان جاں آفریں کو سپردگی۔

نیاز آگین: بشیر احمد بی۔ اے، لودیانوی

کلیکٹ کلپٹ

از حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ



ہم ۱۹۳۹ء ہندی میں واپس وطن پہنچے۔ اُس کے بعد جب کبھی لاہور آئے اور اپنے عزیزوں کی خاطر وہاں رہے، مولوی بشیر احمد صاحب بانی۔ اے، لودھیانوی، ہم سے قرآن شریف سمجھنے کے لئے مسلسل ملتے رہے، وہ ہمارے افکار لکھتے بھی رہتے تھے۔ اس طرح انہوں نے کئی سو صفحے تیار کر لئے۔ انہوں نے قرآن عظیم کا مطالعہ بہت عرصہ پہلے سے مختلف اساتذہ کی صحبت میں جاری رکھا تھا، اس لئے وہ ہمارے طرزِ فکر کا انقلابی نقطہ تدریجاً سمجھنے کے قابل ہو گئے۔ اب ان کی خواہش ہے کہ ہمارا فکر لوگوں کو پڑھائیں یا پریس کے ذریعے سے پھیلایں۔

یہ تقریباً ساڑھے تین ہزار صفحات

ہمیں سندھ ساگر انسٹیٹیوٹ کے متعلق علمی مرکز میں جس کا نام محمد قاسم ولی اللہ کالج آوٹھیا لوجی تجویز کیا ہے، ایسے ہی اُستاد کی ضرورت تھی۔ ہم نے انھیں اپنے ابتدائی تجارب میں شریک بنا لیا ہے۔ انھوں نے اپنے افکار کا نمونہ سورہ مزل اور سورہ مدثر کی تفسیر میں پیش کرنا پسند کیا ہے۔

ہماری تقریریں بہت سے دوستوں نے ضبط کر لی ہیں۔ مگر آج تک ہم نے کسی کی تصحیح اپنے ذمے نہیں لی۔ مولوی بشیر احمد اور مولوی خدابخش کی محنتوں کا ہم پر خاص اثر ہے، اس لئے ہم نے اس رسالے پر نظر ثانی منظور کی۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ ان افکار کی ذمہ داری میں ہم بھی ان کے ساتھ شریک ہیں۔ ہم اپنے دوستوں سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ اپنی یادداشتیں اس طرزِ فکر کے مطابق بنالیں۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ -

(حضرت مولانا)

محمد سید اللہ

سندھی

۱۔ رفیق شفیق مولوی خدابخش صاحب مہتمم مکتبہ بیت الحکمت، لاہور جن کا مسلسل ایما اس وقت ان اوراق کی اشاعت کا باعث بنا۔

دریا بہ حب آب آند

صفحہ	مضمون
۱۷ تا ۳۸	مقدمہ
۱۲۹ تا ۱۳۹	تفسیر سورہٴ مزل
۴۱	انقلاب ! انقلاب ! (ڈاکٹر اقبالؒ)
۷۸ تا ۷۵	انقلاب کی تیاری
۸۸ تا ۷۹	انقلاب کے بنیادی اصول
۱۰۰ تا ۸۹	سرمایہ پرستوں سے باز پرس
۱۱۴ تا ۱۰۱	انقلاب کی منزلِ اول — قومی انقلاب
۱۲۸ تا ۱۱۷	انقلاب کی منزلِ دوم — بین الاقوامی انقلاب
۱۲۹	خلاصۃ الکلام
۲۰۸ تا ۱۳۴	تفسیر سورہٴ مدثر
۱۴۲ تا ۱۳۷	بین الاقوامی انقلاب کے اصول
۱۸۰ تا ۱۴۵	بین الاقوامی پروگرام کے مخالفین
۱۸۸ تا ۱۸۱	آگے بڑھنے کی دعوت
۲۰۰ تا ۱۸۹	بین الاقوامی پروگرام کی تفصیل
۲۰۱	خلاصۃ الکلام
۲۰۸ تا ۲۰۳	نظرِ بازگشت: مزل اور مدثر کا تقابل

جملہ حقوق بحق بیت الحکمت، لاہور
محفوظ ہیں

مولوی خدابخش، مہتمم مکتبہ بیت الحکمت، لاہور
نے

گیلانی برقی پریس لاہور میں
یا ہتمام

منشی ضمیر احمد خان پرنٹر طبع کراچی
بیت الحکمت، لاہور

سے
شائع کی +

۹۲۳۷ ہندی

فہرستِ مضامین

صفحہ	مضمون
۳۸ تا ۱۷	مُقَدِّمہ
۱۷	جدوجہد عالمگیر حرکت ہے
۱۷	جدوجہد کی دو صورتیں :
	ارتقاء
	انقلاب
۱۸	انقلاب کے تین اجزاء
(۲۰)	(جہاد کے بجائے 'انقلاب' کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا ہے؟)
۲۲	قرآن حکیم کی تعلیمات انقلابی ہیں
۲۳	قرآن کا انقلاب کسریٰ و قیصر کے خلاف تھا
۲۶	موجودہ یورپ اور اُس کے محکوم ممالک کی حالت
۲۸	قرآن کا انقلاب : مساکین کی تنظیم
۳۰	دنیاوی اور اخروی زندگیاں مسلسل ہیں
۳۰	قرآنی انقلاب کی حامل جماعت کیا چاہتی ہے؟
۳۱	مسئلہ قیامت اور قرآن کے بین الاقوامی انقلاب میں مشابہت تاثر

صفحہ	مضمون
۳۲ شانِ نزول کا بیان ضروری نہیں ہے ..
۳۵ شانِ نزول کے ساتھ آیات کی پابندی کا نقصان
۲۹ تا ۳۳	تفسیر سورہ مزل
۲۱ انقلاب! انقلاب! — ڈاکٹر اقبال
۲۵ تا ۲۸ رفقاء انقلاب کی تیاری
۲۷ پیرایہ آغاز ..
۲۸ ایک غلط فہمی کا ازالہ لفظ مزل کے متعلق
۲۹ المزل کی پہلی شرح ..
۵۰ 'الحاشیہ' کے معنی ..
(۵۱) (تمام اسلامی جنگیں مدافعانہ نہیں تھیں)
۵۲ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ میل — رفقاء — تیار کریں گے
۵۳ [جملہ معترضہ:
۵۳ انقلاب کے شروع میں رفقاء ہی تیار کئے جاتے ہیں
۵۵ رفاقت کی پہلی منزل ..
۵۵ رفاقت کی دوسری منزل ..
۵۵ حضرت محمد رسول اللہ کا تعلق اپنے رفقاء کے ساتھ
۵۶ (۱) آپ نبی لاشریک ہیں
۵۶ (۲) آپ معلم شفیق ہیں]

صفحہ	مضمون
۵۷	الحاشیہ کی تشریح فلسفہ ولی اللہی کے مطابق
۵۷	حشر میں ہمارے اعمال ہی تشکل ہو کر پیش ہوں گے
۵۹	اعمال و اخلاق بہشت و دوزخ پیدا کریں گے
۵۹	واقعاتِ حشر کی مزید تشریح
۶۰	میزان کیا ہے؟
۶۰	حوضِ کوثر کیا ہے؟
۶۰	تینیم کیا ہے؟
۶۳	حوضِ کوثر اور دیگر انبیاء کے حوض
۶۴	اب انقلابِ عمومی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع ہی سے آسکتا ہے
۶۵	المزقل کے دوسرے معنی
۶۶	قومی اور بین الاقوامی انقلاب کا بار
۶۷	انقلابِ عمومی کے لئے رفقاء خاص کی تیاری
۶۷	جملہء معترضہ: تہجد کی نماز عوام کے لئے نہیں ہے
۶۸	آیتِ قیام لیل منسوخ نہیں ہے
۶۸	ترتیل کے معنی
۷۱	بے سمجھے پڑھنے سے روح انقلاب فنا ہو جاتی ہے
۷۱	انقلاب کے لئے رفقاء کو سمجھانا ضروری ہے
۷۲	قولِ ثقیل کے معنی

صفحہ	مضمون
۷۲	انقلاب کسری و قیصر کے خلاف کرنا مقصود ہے ..
۷۲	عرب کی حالت
۷۲	جماعتِ خاصہ کے لئے رات کا وقت کیوں ہے؟
۷۵	عوام سے ربط — دن میں
۷۹ تا ۸۸	انقلاب کے بنیادی اصول
۷۹	۱۳ سم سے مراد تجلی الہی ہے
۷۹	انسان کا تعلق تجلی الہی سے کیوں ضروری ہے؟
۷۹	قرآن کا نظام نو،
۸۰	کام کرنے کے دو اصول
۸۰	قرآن حکیم کی انقلابی تعلیم کی خصوصیت
۸۱	کائنات کا ترقی یافتہ مادی حصہ
۸۲	عالم مثال
۸۲	قرآنی اصول انقلاب کے عملی فائدے
۸۳	قرآن کے انقلابی نظریے کی ضرورت
۸۵	انقلاب کی بولانبگاہ — عرب کے مشرق و مغرب میں
۸۶	قرآن کا منشا: مصنوعی "خداؤں" کا خاتمہ
۸۷	مخالفوں کی مخالفت پر صبر کرو
۸۸	تیاری سے پہلے اقدام مضر ہوتا ہے

صفحہ	مضمون
۱۰۰ تا ۸۹	سرمایہ پرستوں سے باز پرس
۹۱	مکذبین کسریٰ و قیصر ہیں
۹۱	سرمایہ پرستوں سے باز پرس ہوگی
۹۱	حضرت مسیح کا ارشاد سرمایہ پرستوں کے بارے میں
۹۳	حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا فرمان سرمایہ پرستوں کے بارے میں
۹۵	باز پرس کیوں ہوگی؟
۹۵	افراد انسانی اور انسانِ کبیر کا تعلق
۹۷	صالحیت کا معیار مساکین کی خدمت ہے
۹۸	انقلاب اور قیامت کبریٰ
۹۸	کھانے پینے کے نظام کی اہمیت
۹۹	فارغ البال ظالم لوگوں کو سزا
۱۰۱ تا ۱۱۳	انقلاب کی منزلِ اول — قومی انقلاب
۱۰۳	قومی انقلاب کی دعوت
۱۰۳	نبی اکرم صلعم کی دو پیشینگوئیاں
۱۰۵	حضرت موسیٰ کی مثال
۱۰۶	فرعونی ملوکیت کا خاتمہ
۱۰۷	نظرِ بازگشت
..	چھٹی صدی کے فراعنہ — کسریٰ و قیصر

صفحہ	مضمون
۱۰۹	انقلاب کے لئے تدبیر الہی کے طریقے ..
۱۱۰	کسریٰ و قیصر اور ان کے نتیجے میں قریش کو انداز
۱۱۰	اس پیشین گوئی کی تصدیق ..
۱۱۱	انقلاب کا مطالعہ کرنے کی ضرورت ..
۱۱۲	قرآن تنبیہ کرتا ہے ..
۱۱۳	اب کون بچے گا؟ ..
۱۱۷ تا ۱۲۸	انقلاب کی منزل و موم — بین الاقوامی انقلاب
۱۱۸	دوسرے رکوع کی تمہید ..
۱۱۸	قیام شب کا حکم دائمی نہ تھا ..
۱۱۸	ترمیم حکم کے دوسرے اسباب: (۱) مرض (۲) سفر (۳) قتال
۱۲۰	ایک اہم نکتہ: قرآن کی تعلیم کے انقلابی ہونے کا ثبوت ..
۱۲۱	عدم تشدد طبعی اصول نہیں ..
۱۲۲	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچی اور مدنی زندگی: ایک شبہے کا ازالہ
۱۲۵	نماز اور زکوٰۃ کا دائمی قانون ..
۱۲۶	سرمایہ محدود کرنے کا قانون ..
۱۲۷	انفرادی اور اجتماعی مفادات کا تلازم ..
۱۲۷	بین الاقوامی کام زیادہ شاندار کام ہے ..
۱۲۸	قیام ضبط کی ضرورت ..
۱۲۹	خلاصۃ الکلام ..

صفحہ	مضمون
۲۰۸ تا ۱۳۳	تفسیر سورہ مدثر
۱۴۴ تا ۱۳۷	بین الاقوامی انقلاب کے اصول
۱۳۷	سورہ مزمل کے ساتھ ربط
۱۳۸	سورہ مدثر کا مضمون
۱۳۹	مدثر کے معنی
۱۳۹	نبی اکرم صلعم کی سیرت مبارکہ کا ایک نکتہ
۱۴۱	اسلام کا جامع انقلاب
۱۴۲	انقلاب میں اشاعت کی ضرورت
۱۴۳	انقلاب کا اصول اولیٰ: انسانی قانون سے بغاوت
۱۴۴	قرآنی سیاسیات کی تشریح
۱۴۵	نبی اکرم صلعم کے لئے مشورہ واجب تھا
۱۴۵	حضرت علیؓ کا نظریہ
۱۴۶	حضرت عمرؓ کا نظریہ
۱۴۷	خضوع یا اِخبات الی اللہ
۱۴۷	اس جذبے کا نفسیاتی تجزیہ
۱۴۸	لباس کی پاکیزگی
۱۴۸	اس کا نتیجہ
۱۴۸	نفسیاتی نجاستوں سے اجتناب
۱۴۹	اس کا نتیجہ

صفحہ	مضمون
۱۲۹	انقلاب کی دوسری مد
۱۲۹	باطنی پاکیزگی
۱۵۰	انقلاب کی تیسری مد
۱۵۱	انتفاع کا امتناع
۱۵۱	انقلاب کا بنیادی اصول
۱۵۲	سرمایہ پرستار نہ نظام کی بربادی کے اسباب — امام علی اللہ علیہ السلام کے نظریات
۱۵۳	(۱) ناسخ مال بٹورنا
۱۵۳	(۲) گراں بار ٹیکس
۱۵۴	کسریٰ قبصر کی تباہی کی مثال
۱۵۶	ایرانیوں اور رومیوں کی عیاشی
۱۵۷	اٹھارویں صدی کی دہلی کی حالت
۱۵۸	ٹیکسوں کی بھرمار
۱۵۸	عوام کی حالت
۱۵۹	انسانی معاشرے پر اقتصادی بد حالی کا اثر
۱۵۹	بیکاری کی مصیبت
۱۶۰	انقلاب کے لئے استقامت کی ضرورت
۱۶۱	خلاصہ
۱۶۱	قرآن کے انذار کا نتیجہ

صفحہ	مضمون
۱۶۲	قیامت اور انقلاب
۱۶۵ تا ۱۸۰	بین الاقوامی پروگرام کے مخالفین
۱۶۶	سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا تجزیہ
۱۶۹	سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا انجام
۱۷۰	مخالفانہ جانچ پرتال
۱۷۲	مخالفانہ پروپیگنڈہ
۱۷۳	ارتجاع کا انجام
۱۷۴	جہنم کی حقیقت
۱۷۵	ایک نفسیاتی نکتہ
۱۸۰	قرآن بن الاقوامی یاد دہانی ہے
۱۸۱ تا ۱۸۸	آگے بڑھنے کی دعوت
۱۸۴	ارتجاع غالب نہیں آسکتا
۱۸۳	انقلاب کی پہلی منزل — عرب پر قبضہ
۱۸۳	بین الاقوامی منزل
۱۸۴	مخالفین کو جنگ میں سزا ملے گی
۱۸۵	نبی اکرم صلعم کا اعلان
۱۸۶	انقلاب میں آگے بڑھو
۱۸۷	پیچھے رہنے والے برباد کر دیے جائیں گے

صفحہ	مضمون
۱۸۷	انسان کے اعمال کس طرح محفوظ رہتے ہیں: امام ولی اللہ کا نظریہ
۱۸۸	انقلاب کے پیشرو
۱۸۹ تا ۲۰۰	بین الاقوامی پروگرام کی تفصیل
۱۹۱	ارتجاع کا نفسیاتی تجزیہ
۱۹۱	(۱) تعلق باللہ کی ضرورت
۱۹۳	(۲) مساکین کی تنظیم کی ضرورت
۱۹۳	بیکار مباحثے
۱۹۴	(۳) اعمال کی ذمہ داری سے انکار
۱۹۴	دوبارہ انداز
۱۹۵	انقلاب کی تمثیل
۱۹۶	نراج پیدا نہیں ہونے دیا جائے گا
۱۹۸	انقلاب سوسائٹی کے انداز سے پیدا ہوتا ہے
۱۹۸	قرآنی انقلاب کے تجربے کی دعوت
۱۹۸	یہ انقلاب عدل قائم کرے گا
۲۰۱	خلاصۃ الکلام
۲۰۳	نظر بازگشت: مڑنے اور مڑنے کا تقابل



وزید کی لکھنؤ اور علی گڑھ کے درمیان تعلیمی اور ادبی تعلق



انٹرا اور وی صابین کی جماعت کو (اس خدمت کے لئے) اپنا دوست بنانا ہے اور بنانا راجہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

کائنات میں تغیر و تبدل اور کشمکش کا سلسلہ اس قدر ہمہ گیر ہے کہ اس کا کوئی گوشہ اس سے بچا ہوا نہیں ہے۔ بے جان مادے کے طبعی تغیرات سے لے کر حیوانات کی جہد للبقا (Struggle for Existence) تک ہر جگہ یہ سلسلہ تغیرات کا فرما نظر آتا ہے۔ حیوانات میں جوں جوں شعور بڑھتا جاتا ہے۔ کشمکش حیات پیچیدہ سے پیچیدہ تر صورت اختیار کرتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ نوع انسان میں یہ معمولی تنازع للحیات سے بڑھ کر جہاد فی سبیل اللہ یعنی معمولوں کی خاطر جنگ کی منزل پر پہنچ چکی ہے۔

انسانی معاشرہ (سوسائٹی) میں ایک طبقہ دوسرے طبقے پر غلبہ پا کر مغلوب طبقے سے ناجائز انتفاع (Exploitation) شروع کر دیتا ہے تو مغلوب طبقہ کمزور ہونے کے باعث غالب طبقے کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور دبتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک حد آ جاتی ہے جس سے آگے وہ دب نہیں سکتا۔ اس وقت وہ طبقہ بالادست کے خلاف جدوجہد کرنے لگتا ہے۔ یہ جدوجہد دو صورتیں اختیار کرتی ہے :-

(۱) ارتقائی جدوجہد :- اس میں غلط کار طبقے کی اصلاح کی کوشش صرف و غلط نصیحت سے کی جاتی ہے اور مغلوب طبقے میں بھی احساس عمل اس

طریق سے پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر اس وعظ و نصیحت کے پیچھے کوئی طاقت نہ ہو تو وہ بالکل بے نتیجہ رہتی ہے اور اگر برسرِ اقتدار جماعت مخالفانہ نشر و اشاعت (Counter-propaganda) شروع کر دے تو پھر اس تبدیلی چاہنے والی جماعت کی کامیابی معلوم!

(۲) انقلاب - اس کا طریق کار یہ ہوتا ہے۔ کہ خرابی پیدا کرنے والی مقتدر جماعت کے خلاف کوئی صاحبِ فکر، دعوت و تبلیغ شروع کرتا ہے۔ اور وہ اپنے گروا لیبی جماعت پیدا کر لیتا ہے۔ جو اپنے نصب العین پر اپنا سب کچھ۔ جان و مال، عزیز و اقارب، اور اپنی ہر محبوب شے۔ قربان کر دیتا ہے۔ یہ جماعت صاحبِ اقتدار جماعت سے وہ آلہ اقتدار چھیننے کی کوشش کرتی ہے۔ جس کے بل بوتے پر وہ کمزور جماعت سے انتفاع کر رہی تھی۔ یہ طریق کار اکثر اوقات تبدیلی پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

اس انقلابی طریق کار کے تین ضروری جز ہیں :-

(۱) نصب العین (Ideal)

(۲) جماعت (Party)

(۳) لائحہ عمل (Programme)

نصب العین سے مراد یہ ہے۔ کہ کوئی جماعت اپنے سامنے سواریٹھ میں ایک غلط نظام پاتی ہے۔ وہ جماعت اسے برباد کر کے اس کی جگہ صحیح نظام لانا چاہتی ہے تو یہ تخریب اور اسکی جگہ صالح نظام کے قیام کا ارادہ اس کا نصب العین کہلاتا ہے۔

گفت رومی ہر بناء کہنہ کا یاداں کنند
می ندانی اول آن بنیاد را ویراں کنند
جماعت سے مراد یہ ہے کہ چند لوگ جو ہم فکر ہیں وہ اپنے فکر کے
مطابق عمل کرنے پر جمع ہو جاتے ہیں۔ ان میں کوئی اونچ نیچ نہیں ہوتی۔ وہ
اپنے نصب العین کو جانتے ہیں اور اس کی خاطر ہر خطرہ برداشت کرنے کو تیار
ہیں۔ وہ ایک قسم کی طرح کام کرتے ہیں۔ اس حیثیت میں وہ جماعت کہلاتے ہیں۔
لاٹجہ عمل یا پروگرام سے مراد یہ ہے کہ وہ جماعت جس کا نصب العین
یعین ہے۔ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک طریق کار سوچتی ہے۔
اس پر خوب اچھی طرح غور و فکر کرتی ہے، اور آخر کار سب افراد اسے تسلیم
کر کے اس پر کاموں ہونا قبول کر لیتے ہیں۔

جب تک کسی جماعت میں یہ تینوں اجزا تہ پائے جاتیں وہ انقلابی
نہیں کہلا سکتی۔ اس جماعت کا فکر شروع سے آخر تک ایک ہی رہتا
ہے۔ البتہ طریق عمل یا لاٹجہ عمل حسب ضرورت بدل سکتا ہے۔

چونکہ صاحب اقتدار جماعت لڑے بھڑے بغیر اپنا اقتدار چھوڑ نہیں
سکتی۔ اس لئے انقلاب میں عموماً جنگ ناگزیر ہوتی ہے۔ اس لئے انقلابی
جماعت جنگ کو بطور ایک ضرورت کے جانتی سمجھتی ہے۔ مگر لڑنے اور نہ لڑنے
کا فیصلہ حالات کے مطابق کرتی ہے۔ ابتدا میں وہ خاموشی کے ساتھ کام
کرتی ہے۔ اور راتے عامہ کو اپنے ساتھ ملائی ہے۔ یہاں تک کہ زیادہ اقتدار
سنبھالنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ اس تیاری کے زمانے میں وہ مخالف کی

طرف سے ہر قسم کے اشتغال کے باوجود وہ کھلم کھلا لڑائی سے پرہیز کرتی ہے اور بطریق احسن طرح دیتی جاتی ہے۔ اور سب حکموں کو نہایت استقامت اور استقلال کے ساتھ برداشت کرتی ہے۔ اس کے ارکان کو اپنے نصب العین کا پورا پورا علم ہوتا ہے۔ اور سب میں وحدۃ فکری ہوتی ہے۔ اس لئے دشمن کا پروپیگنڈہ یعنی فکری حملہ ان کو گمراہ نہیں کر سکتا۔ ان کی وحدۃ فکری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ان میں وحدۃ عملی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے نفع و نقصان کو مشترک سمجھتے ہیں۔ اس لئے دشمن کا اقتصادی حملہ بھی نہیں منتشر نہیں کر سکتا۔ اگر قرآن حکیم کی تعلیمات پر مجموعی حیثیت سے نظر ڈالی جائے تو وہ بالکل انقلابی نظر آتی ہیں۔ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کا عمل بالکل قرآنی انقلاب کی عملی تفسیر معلوم ہوتا ہے۔

پہلے نصب العین کو بیچتے۔

قرآن حکیم میں جا بجا اسنود و سخلوا الصلحت کی دعوت دی گئی ہے۔

ہم نے یہاں لفظ جناد چھوڑ کر عمداً انقلاب کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جناد کے لئے جس نظام کی ضرورت ہے۔ اس سے ہم محروم ہو چکے ہیں لفظ جناد میں سسٹمز رہنے کی حالت میں لفظ انقلاب سے بڑھ کر عوام کے لئے کوئی معنی خیز لفظ موجود نہیں ہے۔ جو ہم استعمال کر سکیں۔ اگر ہم انقلاب کے تخیل کو اپنالیں اور ہندوستان کے اندر اسے کامیاب بنالیں تو ہم اس سے اگلی منزل کی تیاری کر سکتے ہیں۔ ہماری سچ میں اس کے بغیر آگے بڑھنے کا اس وقت کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ انقلاب کو کامیاب بنانے کا واحد ذریعہ ہمارے نزدیک درجہ نوآبادی کا حصول ہے۔

یہ ایمان کیا چیز ہے؟ کسی بات کو نصب العین بنا کر اسے اپنا ناکہ اس پر پورے اطمینان اور انشراح قلب کے ساتھ اپنا سب کچھ قربان کیا جائے ایمان ہے۔ اس ایمان کے مرکز میں قرآن حکیم کو لے آئیے تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی مقدس جماعت کا عمل بالکل انقلابی نظر آئے گا۔ چنانچہ قرآن حکیم فرماتا ہے۔ کہ هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ مِنْ سُوْلِهِ بِالْمُهْدَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ رَئِیْسِی اللّٰهُ تَعَالٰی ہٰی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین صحیح اور پائدار قانون دے کر محض اس لئے بھیجا ہے کہ وہ اسے تمام مجبور ہائے قوانین پر غالب کر دیں، اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی زندگی پر نظر ڈالیں تو بے شک و شبہ نظر آتا ہے کہ انہوں نے قرآن حکیم کو اپنا نصب العین بنایا اور اپنا سب کچھ اس پر قربان کر دیا۔ اس کے بعد جماعت کو لیجئے :-

صحابہ کرام (رَضَوَانِ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ) کی ایک خاص تعداد ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شروع سے آخر تک کام میں شریک رہی۔ قرآن حکیم میں ان کا ذکر عموداً حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ و صحابہ وسلم کے ساتھ آتا ہے۔ چنانچہ سورہ فتح میں ہے کہ مُحَمَّدٌ سُرَسُوْلٌ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهُ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی) اور سورہ توبہ میں ہے کہ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ (محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ شریک رہے)

ایمان ہیں) یہ وہ لوگ ہیں جن کو اس آیت میں معین کیا گیا ہے :-

الْمُسَابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ
اتَّبَعُوا مُحَمَّدًا بِإِحْسَانٍ (یعنی مہاجرین اور انصار میں سے پہلے

ایمان لانے والے لوگ اور وہ لوگ جو ان کی اچھی طرح پیروی کریں)

اس آیت میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کے دو حصے کئے گئے ہیں :-

(۱) وہ لوگ جو مہاجرین اور انصار میں سے پہلے ایمان لائے۔ ان کو

حزب اللہ قرار دیا گیا ہے۔

(۲) وہ لوگ جو ان کی پوری پوری طرح پیروی کریں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو

قیامت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پہلی جماعت کی پیروی کرتے رہیں گے
اب پروگرام لیجئے :

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مہاجرین اور انصار کا پہلا

طریقہ حزب اللہ کہلاتا تھا۔ اس کا پروگرام وہی ہے جو قرآن حکیم نے بیان کیا۔

یہ جماعت اپنے فیصلے قرآن حکیم اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

تشریحات کے مطابق کرتی رہی۔ ان کے بعد جو لوگ ان کی پیروی پوری پوری

طرح کرینگے (متبعین باحسان) وہ بھی قرآن حکیم اور تشریحات نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے مطابق فیصلے کریں گے اور جہاں سے حالات میں نئی صورتیں

پیدا ہوں وہ اپنے متفق علیہ یا اذنیبت کے فیصلوں سے کام لیں گے۔ امیر

اس جماعت میں سے ہوگا۔ اور وہ اپنے رفقاء کے مشورے سے کام کریں گے۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت تک کے زمانے میں جسے امام الامہ
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی خیر القرون^۱ قرار دیتے ہیں اسی طرز پر کام ہوتا رہا۔
اور اس سے سہرہ تجاوز نہیں ہوا۔ اس کے بعد اختلافات کا ظہور ہونے
لگا۔ اس لئے حضرت امام کے نزدیک صرف حضرت عثمان ذوالنورین
کی شہادت تک کا زمانہ قابل سند ہے۔

قرآن حکیم کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے۔ تو سارا قرآن ان
انقلابی اصولوں پر صحیح اترتا ہے۔ اور جن لوگوں نے اسے پہلے پہل دُنیا
سے روشناس کرایا۔ انہوں نے اسے انقلابی رنگ ہی میں پیش کیا نہ کہ
ارتقائی رنگ میں۔ صفحات مابعد میں سورہ مزلزل اور سورہ مدثر کی جو تشریح کی
گئی ہے وہ انہی اصولوں پر کی گئی ہے (الخطا منی والاصواب من عند اللہ)
قرآن حکیم نے جو انقلاب پیدا کیا وہ حقیقت میں کسری ابرین اور قیصر دم کے خلاف تھا

۱۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن اول زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از ہجرت تا وفات و قرن ثانی
زمان ششمین و قرن ثالث زمان ذی النورین بعد ازاں اختلاف پیدا آید و فتننا ظاہر گرید (ازالہ الخفا
ص ۱۳۱) (یعنی قرن اول سے مراد حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک ہے جو ہجرت سے
وفات تک ہے اور قرن دوم سے مراد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کا زمانہ ہے اور قرن
سوم سے مراد حضرت عثمانؓ کا عہد ہے۔ اس کے بعد اختلافات اور فتنوں کا ظہور ہو گیا)

۲۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ: لاجرم داعیہ ظہور دین حق و قصد انتقام از کفرہ فخرہ برہم زون دولت
کسری و قیصر را آشیانہ خود گردانید تا چوں ایں ہر دو دولت برہم خورد اعظم ادیان موجودہ در شہر آہنا
برہم خوردہ باشد (ازالہ الخفا ص ۱۳۶) (یعنی لامحالہ دین کے ظہور اور قانون شکن کفار سے انتقام
کے عزم سے مراد کسری و قیصر کی حکومت کی تباہی تھی۔ کہ یہ دونوں حکومتیں تباہ ہو جائیں گی
تو موجودہ دینوں میں سے بڑے دین خود بخود تباہ ہو جائیں گے)

اس وقت کی مہذب و نسیا کا بہت بڑا حصہ ان دونوں حکومتوں کے ماتحت آچکا تھا۔ چنانچہ کسریٰ ایران کی حکومت مشرق میں سرحد ہندوستان تک پہنچ چکی تھی اور قیصر روم کی حکومت مغرب میں انتہائے مراکش تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس عظیم الشان خطے میں انسانوں کی بہت وسیع آبادی موجود تھی۔ لیکن وہ انسانیت کے حقوق سے محروم کر دی گئی تھی۔ امیروں، جاگیرداروں اور شاہی خاندانوں نے مل کر کسانوں تاجروں اور پیشہ ور لوگوں کو اس بُری طرح کوٹنا کھسوٹنا شروع کر رکھا تھا کہ وہ بیچارے گدھوں اور سیلوں کی حالت تک پہنچ گئے تھے جن کو صرف اس لئے زندہ رکھا جاتا ہے کہ انسان کے کام آتے ہیں۔ سیاسی گروہ کے ساتھ علمی اور مذہبی گروہ نے بھی گویا "سازش" کر رکھی تھی۔ اور یہ آخر الذکر گروہ عوام کو اپنے حال پر مطمئن رکھنے کے لئے مذہب سے تلقین بہم پہنچاتا تھا اور اس کام کی اجرت کے طور پر سیاسی گروہ کی لوٹ کھسوٹ میں سے حصہ پاتا تھا۔ بیچارے عوام چکی کے ان دو پاٹوں ————— اقتصادی سرمایہ داری اور علمی سرمایہ داری ————— کے بیچ میں پس کر رہ گئے تھے۔ امام الائمہ امام ولی اللہ دہلویؒ نے ان کی حالت کا دردناک نقشہ حجۃ اللہ البالغہ میں کھینچا ہے۔ وہ چشمِ عبرت ہیں کے لئے دیدہ کشا ہے۔ ان حالات کا چربہ اُس زمانے میں ملے کی زندگی میں وہاں کے فارغ البیال لوگوں نے پیدا کر رکھا تھا۔ یہاں بھی روسا کا ایک طبقہ تھا۔ جس نے عوام الناس کو اقتصادی لحاظ سے اور "پرہیزوں" کے گروہ نے

وہنی لحاظ سے غلام بنا رکھا تھا۔

وِنَبِيَّآ كِي يِه حَالَت تَحِي جِب حَضْرَت نَبِي اَكْرَم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِي
اعلان نبوت فرمایا۔ قرآن حکیم اس حالت کا نقشہ ان بلیغ الفاظ میں پیش کرتا ہے۔
ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ مِمَّا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ
(الروم : ۴۱) (لوگوں کے کرتوت کی وجہ سے خشکی و تری میں فساد برپا ہو چکا

تھا) اس کے متعلق امام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ :-

فَلَمَّا عَظُمَتْ هَذِهِ الْمَصِيبَةُ وَاشْتَدَّ هَذَا الْمَرَضُ
سَخَطَ عَلَيْهِمُ اللّٰهُ وَالْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَكَانَ
رِضَاہُ تَعَالَى فِي مَعَالِجَةِ هَذَا الْمَرَضِ بِقَطْعِ مَا دَقَّقَهُ
(حجة اللہ البالغہ جلد اول ص ۱۰۶)

(یعنی جب یہ مصیبت یعنی اقتصادی لوٹ کھسوٹ حد کو پہنچ گئی اور
مرض نے شدت پکڑی تو خدا تعالیٰ اور اس کے مقرب فرشتے سخت
ناراض ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت نے فیصلہ کیا۔
کہ اب اس میں اصلاح حال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے
اس مرض سے انسانیت کو نجات دلانے کے لئے اس کا مادہ —
کسری اور قیصر کی حکومت — ہی جسم انسانیت سے کاٹ کر
پھینک دی جائے)

اس انقلاب عظیم کے برپا کرنے کے لئے
بعث نبیًّا امّیًّا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِيُخَالِطَ

العجم والروم ولم يتوسم برسوم وجعله ميزاناً
يعرف به الهدى الصالح المرضى عند الله من
غير المرضى وقضى بزوال دولتهم بدلتهم
ورياستهم برياسته بانده هلك كسرى فلا
كسرى بعده وهلك قيصر فلا قيصر بعده
(ايضاً)

اللہ تعالیٰ نے اس نبی کو مبعوث فرمایا جو ان پڑھ تھا (صلی اللہ علیہ
وسلم) اور جو ایرانی اور رومی رسم و رواج سے آزاد تھا۔ اسے اللہ
تعالیٰ نے ہدایت صالح کے لئے جو خدا تعالیٰ کے نزدیک پسند
ہے معیار مقرر کیا۔ تاکہ اسے دیکھ کر ناپسندیدہ کا علم ہو۔
اور فیصلہ کیا کہ اس نبی کی حکومت کے ذریعے سے کسریٰ و قیصر کی
کی حکومتوں کو اور اس کی لیڈرشپ کے ذریعے سے ان کی لیڈرشپ
کو ختم کر دیا جائے تاکہ کسریٰ و قیصر فنا ہو جائیں اور پھر ان کی کسرت
قیصریت نہ رہے)

آج یورپ میں اور اس کے سیاسی اور فکری محکوم ملکوں میں چند
بالائی طبقوں کی مالی بلندی اور عوام کی معاشی پستی کی جو حالت ہے اور
اس کے نتیجے کے طور پر آخروی زندگی سے جو ”بے نیازی“ اور غفلت ہے
وہ رومی اور ایرانی حکومتوں کے بالکل مشابہ ہے۔ اور ان بالائی طبقوں کی
ذہنیت اور عوام سے انتفاع کے اصول وہی ہیں جو ان دو حکومتوں میں

تھے۔ امام ولی اللہ دہلوی نے کیا خوب فرمایا ہے۔ کہ وَمَا تَرَاؤُا مِنْ
 مَلُوکِ بِلَادِکَ یَغْنِیْکَ عَنْ حَکْمِیَا تَحْمَدَ (یعنی تمہارے اپنے ملک کے
 امراء اور حکام کی جو حالت ہے اسے دیکھ لو تو تمہیں دوسرے ملکوں کے امراء اور
 حکام کی حالت دیکھنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی) یہ فقرہ آج بھی اتنا ہی صحیح
 ہے جتنا امام ولی اللہ دہلوی کے زمانے میں تھا۔ آج بھی ہندوستان کی وہی
 حالت ہے کہ ایک طرف ایک چھوٹا سا سرہایہ دارا اور سرہایہ پرست طبقہ ہے
 جس کی آمدنی ہزاروں سے لے کر گروڑوں تک ہے۔ دوسری طرف ^{مفلس} ^{سینچ} ^{مفلس}
 طبقہ ہے جس کی آمدنی صرف چند آنے والا ہے۔ طبقہ بالا دست نے ^{پرست}
 طبقہ کو قابو میں کیا ہوا ہے۔ اور زیر دست طبقہ اپنے انسانی حقوق کے لئے
 ہاتھ پاؤں مارنے کی طاقت رکھتا تو ایک طرف یہ سمجھنے کی استعداد بھی نہیں رکھتا
 کہ اس کے انسانی حقوق کیا ہیں اور اس کے فرائض کیا ہیں۔ قرآن حکیم نے
 آکر بتایا۔ کہ زمین میں جو کچھ ہے وہ بلا امتیاز سب انسانوں کے لئے ہے۔
 رَخَلَقَ لَکُمْ مِّنَ الْأَرْضِ جَمِیْعًا (جو کچھ زمین میں ہے وہ سب تم سب
 کے لئے ہے) انسانوں کے کسی خاص طبقے کے لئے نہیں ہے۔ اس لئے
 ہر ایک شخص کو اس میں سے اس کی ضرورت کے مطابق حصہ ملنا چاہئے۔
 جو لوگ ذرائع پیداوار پر قبضہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور محتاجوں کو انکی ضرورت
 کے مطابق فائدہ اٹھانے کا موقعہ نہیں دیتے۔ وہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی
 قدر نہیں کرتے۔ وہ جانتے نہیں کہ اللہ کی نعمتوں کو ٹھیک طور پر استعمال
 کر کے کس بلند درجے پر پہنچ سکتے ہیں اور اب ٹھیک طرح استعمال نہ کر کے

کس گڑھے میں گرے جا رہے ہیں۔ سو ساری کے ایک بڑے حصے کی ضرورت
سے انسان کس طرح اندھا ہو جاتا ہے اور پھر اس غفلت سے کس قدر
نقصان اٹھاتا ہے!

اگلے صفحات میں جن دو سورتوں کی تشریح کی گئی ہے۔ ان میں اس
بات پر زور دیا گیا ہے کہ غارغ البال لوگوں کا فرض ہے کہ وہ کھانے پینے
کے معاملے میں اپنے محتاج بھائیوں کی خبر گیری کریں۔ لیکن کسی محتاج کو
چند لقمے دے کر اس کا پیٹ بھر دینا خبر گیری میں داخل نہیں ہے۔ رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ٹکڑیاں بیچ کر خود کھانا سکھایا۔ یہ ہے
اصل میں محتاجوں کی خبر گیری کرنا۔ آج کل ہماری سوسائٹی میں جس ذلیل
طریق سے محتاجوں کو ٹکڑہ دیا جاتا ہے۔ یہ ان کو تباہ کرنے کا بدترین ذریعہ
ہے۔ ضرورت ہے کہ محتاجوں کی خبر گیری کے لئے جا بجا منظم محتاج خانے
ہوں۔ جہاں محتاجوں کو اس طرح کھلایا پلایا جائے کہ ان کی انسانیت کو
صدمہ نہ پہنچے۔ اور جو لوگ کام کر سکتے ہیں ان کے لئے کام بہم پہنچایا
جائے۔ یا ضرورت ہو تو ان کے لئے آلات کار بہم پہنچائے جائیں۔ یہ
ہے ان کی خبر گیری۔

اس القلاب کے لئے قرآن حکیم مساکین کی اجتماعی تنظیم کا پروگرام
پیش کرتا ہے۔

قرآن حکیم کمزور انسانی افراد کو انسانی اجتماع میں یہ حقوق کیوں دیتا
ہے؟ یعنی وہ مرفہ الحال لوگوں کو کیوں مجبور کرتا ہے کہ اپنی کمائی میں سے ایک

حصہ محتاجوں اور مسکینوں کے لئے ضرورت نکالیں جو ان کا حق قرار دیا گیا ہے؟
 اس کا سبب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرد انسانی کی ساخت کچھ ایسی رکھی ہے
 کہ وہ اجتماع ہی میں آگے بڑھ سکتا ہے۔ انفرادی زندگی میں اسے اپنی پوشیدہ
 قوتوں کو بروئے کار لانے کا موقعہ نہیں ملتا۔ اور وہ جامد (Atrophied) ہو کر
 رہ جاتا ہے۔ فرد کی حالت انجماد کا اثر اجتماع انسانی کے دوسرے افراد پر
 خود بخود پڑتا رہتا ہے۔ اس لئے اجتماع کو ان مضر اثرات سے بچانے کے
 لئے افراد کی خبر گیری ضروری ہے۔ جو اجتماع محتاجوں کی خبر گیری نہیں کرتا
 وہ توڑ دینے کے قابل ہے۔ اصل میں اس کا نام "اجتماع" رکھنا ہی ظلم
 ہے۔ اجتماع فقط افراد کی خبر گیری کے لئے پیدا ہوتا ہے۔ اگر وہ افراد کی
 خبر گیری نہیں کرتا تو وہ برباد کر دینے چاہئے جانے کے لائق ہے۔

محتاجوں کی خبر گیری کے لئے قرآن حکیم نے زکوٰۃ مقرر کی ہے۔ یہ بات
 اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے۔ کہ زکوٰۃ کا موجودہ نصاب اس زمانے میں مقرر ہوا تھا
 جب بیت المال عام لوگوں کی خبر گیری کرنے پر قادر تھا۔ اگر مسلمانوں کی زکوٰۃ
 کی آمدنی افراد کی خبر گیری کے لئے نا کافی ہو تو ہر ایک سرمایہ دار کا سارے کا
 سارا سرمایہ لے کر اس کام میں صرف کیا جاسکتا ہے۔

افراد کو اجتماع میں رکھ کر قرآن حکیم ان کے اندر بعض

سوائے ذی اموالہ حق اللسائل والحق موم (یہ اس شخص کا حق ہے جس کی حالت
 سوال تک پہنچ جائے۔ اور جو اسباب معاش سے محروم ہو گیا ہو) (الذاریات: ۱۹)

اخلاق کی تکمیل کرنی چاہتا ہے۔ ان اخلاق کی تکمیل سے انسان کے نفس کے اندر ایسی کیفیات جمع ہو جاتی ہیں جن کا مجموعہ (Sum total) انسانی معاشرے (Society) کو بلند کر دیتا ہے۔ اور یہی کیفیات اس کے مرنے کے بعد کی زندگی میں اس کے لئے مفید ثابت ہوتی ہیں۔

امام ولی اللہ انسان کی زندگی کو ایک اکائی مانتے ہیں جس کا ایک حصہ اس دنیاوی زندگی میں گزارا جاتا ہے اور دوسرا حصہ اسی سے پیدا ہوتا ہے اور پھر اس کے اوپر بھی ترقی جاری رہتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی سوسائٹی میں رہتا ہوا اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کے جو اثرات اپنے نفس کے اندر جمع کرتا ہے۔ وہی اگلی زندگی میں جا کر اس کے لئے جنت کی زندگی پیدا کر دیتے ہیں۔ اور وہ اعمال بد اور اخلاق رذیلہ کے جو اثرات جمع کر لیتا ہے وہ اس کے لئے جہنم کی زندگی پیدا کر دیتے ہیں۔ پس قرآنی انقلاب کا منشا صرف یہ ہے کہ معاشرہ انسانی میں اچھے اخلاق کی حکومت ہو۔ یعنی وہ جماعت حکمرانی کرے جو قرآن کے تجویز کردہ مذکورہ بالا اخلاق لوگوں میں پیدا کرے۔ قرآن حکیم یہ اخلاق خارج سے انسانوں کے سر تھوپتا نہیں۔ بلکہ یہ اخلاق خود فطرت انسانی

سے امام الائمہ امام ولی اللہ کے نزدیک قرآن جن اخلاق کی تکمیل چاہتا ہے وہ چار اساسی اخلاق ہیں یعنی (۱) اخبات (۲) طہارت (۳) سماحت (۴) عدالت۔ ان کی تفصیل کے لئے ان کے رسالہ ہمععات (شائع کردہ بیت الحکمت لاہور) کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ان کا اجمالی ذکر سورہ مدثر میں بھی کیا گیا ہے۔

کے تقاضے ہیں۔ جن کو اسے سوسائٹی میں رہ کر پایہ تکمیل کو پہنچانا چاہیے۔
 قرآن حکیم ان اخلاق کے لئے مشق کے طریقے بھی تجویز کرتا ہے اور مواقع
 بھی ہم پہنچاتا ہے۔ جو جماعت یہ اخلاق اپنے اندر پیدا کرے گی وہ بدنی
 اخلاقی اور عملی طہارت کو اپنا شعار بنائے گی۔ وہ خدا کے ساتھ تعلق پیدا
 کرے گی۔ اور اسباب کو استعمال کرتی ہوئی بھی صرف خدا پر بھروسہ کریگی۔
 اور اس کام سے وہ کوئی ذاتی نفع جوئی نہیں کریگی بلکہ اسکا مصلح نظر صرف خدمت
 خلق محتاجوں کی خدمت ہوگا۔ کیونکہ یہ خوشنودی خدا کا موجب ہے۔ اس غرض
 کے حصول کے لئے وہ ایسا عدل قائم کرے گی۔ جو سوسائٹی کے کسی خاص
 طبقے کو فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ بلکہ سب طبقات کی ضرورتیں پوری کرنے
 کا کفیل ہوگا۔ چنانچہ وہی استطاعت لوگوں پر حسب ضرورت ٹیکس لگائیگی
 اور اس طرح جو آمدنی ہوگی وہ مساکین اور غربا میں تقسیم کرے گی۔
 یہ قرآنی انقلابی جماعت جب برسرِ اقتدار آئے گی تو وہ یقیناً ان
 لوگوں سے باز پرس کرے گی جو عدالت کی راہ میں حائل ہوں گے۔ یا جو
 طہارت اور دیگر اخلاقِ فاضلہ کی خلاف ورزی کریں گے۔ اور عوام کو
 خدا تعالیٰ کی طرف جانے والے چھوٹے سے چھوٹے راستے
 صراطِ مستقیم سے روکیں گے۔ یہ جماعت ہر ملک میں پہلے قومی
 پیمانے پر کام کرے گی۔ لیکن انسانیت کے اصولوں کو پیش نظر رکھے گی۔
 اور بین الاقوامی خلافت کے مقام پر پہنچ کر بھی کسی خاص قوم یا طبقے کی
 ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر کام نہ کریگی۔ بلکہ تمام نوع انسان کی انسانی

ضرورتوں کے مطابق حکم کرے گی۔ اس جماعت کی پیدا کردہ قومیتیں صحیح
بین الاقوامی اجتماع پیدا کرنے کا باعث بنیں گی۔

یہ ہے وہ بین الاقوامی انقلاب جو قرآن حکیم پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور
یہی مدعا ہے اس دعا کا جو ہر انسان کو مانگنی چاہئے۔ کہ وَجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ
اماماً رہم کو بین الاقوامی انصاف کرنے والوں کا لیڈر بنا۔

قرآن حکیم نے جس بین الاقوامی انقلاب کی طرح ڈالی اس سے پہلے
سینکڑوں قومی انقلابات ہر ملک اور ہر قوم میں آئے۔ لیکن قرآن حکیم جس
نوعیت کا جامع انقلاب لانا چاہتا ہے۔ اس نوعیت کا انقلاب اب تک
رومنسا نہ ہوا تھا۔ اس لئے اس کی نوعیت کو سمجھنا آسان نہ تھا۔
اگر قرآن حکیم کسی خاص ملک یا قوم کے مقامی انقلاب کو عنوان بنا کر اپنے
بین الاقوامی انقلاب کا تصور دلاتا تو اس بین الاقوامی انقلاب کے خدوخال
پوری طرح ذہن نشین نہ ہو سکتے۔ کیونکہ ایک قوم کے قومی انقلاب کو صرف
وہی قوم سمجھ سکتی ہے۔ جس میں وہ انقلاب آیا۔ دوسری قومیں اسے نہیں
سمجھ سکتیں اور نہ اس سے عبرت حاصل کر سکتی ہیں۔

ان حالات میں قرآن کے لئے ضروری تھا کہ اپنے بین الاقوامی
انقلاب کو روشناس کرنے کے لئے کسی ایسے فکر کو عنوان بنانا جو تمام
اقوام میں معروف ہوتا۔ وہ قیامت کا فکر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ
ایک روز یہ کائنات منتشر ہو جائیگی اس کے بعد خداوند تعالیٰ تمام انسانوں
سے ان کے اعمال کی بازپرس کرے گا۔ یہ فکر ہاؤنٹے تبدیلی تمام اقوام عالم

میں مسلم ہے اور مسلم رہا ہے چنانچہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک یہودیوں
 اور عیسائیوں کی بدولت یہ فکر مہذب دنیا کے ایک بہت بڑے طبقے میں روشناس
 ہو چکا تھا۔ پھر ہندوؤں میں بھی پرگئے کا مسئلہ اس فکر کے قریب قریب موجود ہے۔
 اور اس طرح تمام دیگر اقوام میں یہ فکر کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ قرآن نے اپنے بین الاقوامی
 انقلاب کو روشناس کرنے کے لئے اسی فکر کو ذریعہ بنایا۔ اس طرح قرآن حکیم
 یہ کہنا چاہتا ہے کہ جس طرح نوع انسان پر ایک دن آنے والا ہے جب اس
 کے افراد سے اس بائے میں باز پرس کی جائے گی کہ طاقتوروں نے کمزوروں کے
 حقوق کہاں تک ادا کئے۔ اور کمزوروں کی خدمت کتنی کی۔ اسی طرح دنیا میں
 قرآن حکیم کی علمبردار جماعت انہی اصولوں پر طاقتوروں سے باز پرس کرے گی۔
 چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اپنی پہلی تقریر میں جہانوں نے
 عہدہ خلافت پر قائم ہوتے وقت کی فرمایا کہ تم میں سے ہر کمزور طاقتور ہے۔
 جب تک میں اس کا حق نہ دلاؤں اور ہر طاقتور کمزور ہے جب تک اس سے
 کمزور کا حق نہ لیا جائے۔ یہ انقلابی جماعت ساری نوع انسان کے جملہ
 مفادات کی محافظ ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے عالمگیر یا انسانیت گیر
 انقلاب کی تشبیہ قیامت کے کائنات گیر انقلاب کے سوا اور کس انقلاب کے
 وی جاسکتی تھی؟ مگر افسوس ہے کہ اس انقلاب اور قیامت کا جو ربط ہے۔
 اسے سوچنے والے عالم بہت کم ملتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ قیامت کے
 انسانیت گیر حادثے سے پہلے قرآن کے جامع اور کامل انسانیت گیر انقلاب
 کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی یہ ضروری ہے کہ انسانی جامع کے اندر ایک ایسی

بین الاقوامیت پیدا ہو جس میں تمام اقوام عالم شامل ہوں۔ اور اس مرکزی ادارے کے اوپر جو اقوام کو کنٹرول کرے۔ قرآن حاکم ہو۔ دُنیا نے ایک مرتبہ یہ نظارہ حجاز میں دیکھ لیا ہے۔ اور دوبارہ بھردیکھے گی۔ جب اسے قائم کرنا اپنا فرض بنالے گی۔ اور اب کے اس تخریب کا آغاز اس جگہ سے ہوگا جہاں قرآن کا علم و فہم سب سے زیادہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہمارے مفسرین جب قرآن حکیم کی آیات کی تفسیر کرنے بیٹھتے ہیں تو عموماً قرآن حکیم کے بیان کردہ واقعات کو بعض خاص واقعات و اشخاص سے وابستہ کر کے تشریح کر ڈالتے ہیں اور اسے شان نزول کا بیان کہتے ہیں۔ چنانچہ اگلے صفحات میں جن دو سورتوں کی تشریح کی گئی ہے ان کی بعض آیات کی توضیح مفسرین نے شخصی واقعات ہی کے رنگ میں کی ہے۔ اس بارے میں ہم امام الائمہ امام ولی اللہ دہلویؒ کے مسلک کے تابع ہیں جو فرماتے ہیں کہ خاص واقعات کو جن کے بیان کرنے کی زحمت اٹھانی گئی ہے۔

اسباب نزول میں چنداں دخل نہیں ہے۔ سوائے صرف بعض آیات کے جن میں کسی ایسے واقعے کی طرف اشارہ ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا اس سے پیشتر واقع ہوا۔ کیونکہ سننے والے کے دل میں اشارے سے ایک گہرا انتظار پیدا ہو جاتا ہے۔ جو قصے کی تفصیل معلوم کئے بغیر دور نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہم پر لازم ہے کہ ان علوم (تفسیر) کی اس طرح تفصیل کریں کہ خاص خاص واقعات کے بیان کرنے کی تکلیف نہ کرنی پڑے (فوز البکیر فی اصول التفسیر)

مثلاً سورۃ مدثر میں آیات ۲۵-۲۷ میں سرمایہ پرست اشخاص کا نفسیاتی تجزیہ (Psychological Analysis) کیا گیا ہے۔ ان آیات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ایک منکر ولید بن مغیرہ سے وابستہ کلمہ کے فارغ ہو جانا کافی نہیں۔ بلکہ ان آیات کو ہر زمانے پر چسپاں کر کے دیکھا جائے۔ اور ہر شخص اپنی ذہنیت کا جائزہ لے کر فیصلہ کرے۔ کہ وہ کہاں تک اس سرمایہ پرستانہ ذہنیت میں مبتلا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اسلامی تاریخ کے اُس دور میں جب ہمارے امرائے عوام کی طرف سے جواب طلبی سے بچنے کی کوشش کی بعض علمائے ان آیات کو عہد نبوی کے اشخاص واقعات سے وابستہ کر کے عوام میں یہ غلط تصور پیدا کر دیا کہ ان آیات کا اطلاق عام نہیں ہو سکتا اس پر طرہ یہ کہ اس ذہنیت کے پیدا کر دینے کے ساتھ ہی اس قسم کی تعلیم بھی دینی شروع کر دی کہ مَا أَقَامُوا الصَّلَاةَ فادفواها اليهم (یعنی جب تک امر اور حکام صرف نماز پڑھتے رہیں ان کو زکوٰۃ ادا کرتے رہو) ان کو معلوم نہیں کہ جو امیر ہو کر محتاجوں کی خدمت نہیں کرتا وہ روح زکوٰۃ کا منکر ہے۔ اور ایسے شخص کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ اس لئے تنہا نماز قائم کرنے کو دین کا مدار نہیں بنایا گیا۔ اس کے لئے یہ آیت کریمہ سامنے رکھنی چاہئے۔ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَا حُنْفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ (یعنی ان کو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں خالص کر کے اس کے واسطے بندگی، ابراہیم کی راہ پر، اور قائم رکھیں نماز اور دین زکوٰۃ اور یہ راہ مضبوط لوگوں کی) (سورہ البینہ: ۵)

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امرا تو اپنی غیر ذمہ دارانہ حرکات سے کیا باز آتے عوام کو ٹیکس ادا کرتے رہنے پر مجبور کر دیا گیا۔ جن سے امرا عیش بلکہ عیاشی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ اور رفتہ رفتہ عوام کے دلوں سے انقلاب کا تصور اور امرا سے جو اب طلبی کا وہم تک جاتا رہا۔ حالانکہ بقول علامہ جصاص الرازی الحنفی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنا واجب تھا۔ ضرورت ہے کہ آج پھر مسلمان اس بھولے ہوئے سبق کو یاد کر لیں کہ ہمارے ملک کے امرا اور حکام ہمارے آگے جو ابدہ ہیں۔ یہ وہ کلمہ حکمت ہے جسے اہل امریکہ نے ایک حد تک سمجھا اور اعلان کیا کہ

No taxation without representation

(جو لوگ ہمارے سامنے جو ابدہ نہیں ہیں ان کا کوئی حق نہیں کہ وہ کوئی ٹیکس وصول کریں) شہریت (Citizenship) کا یہ وہ ابتدائی اصول ہے جس کی معقول ترین صورت اسلام نے پارٹی پارٹی ٹیکس (Party Politics) کی شکل میں پیش کی ہے اور جس کی عملی شکل خلافت راشدہ کا عہد مبارک تھا۔

الغرض قرآن حکیم کی تعلیم انقلابی تعلیم ہے۔ اس انقلاب کا پہلا مرحلہ نظر قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کی بربادی تھی اور اس کا دائمی منشا اس کے قانون کا غلبہ ہے۔ جس کا ایک اہم فریضہ مساکین کی تنظیم ہے۔ یہ وہ حشر خیز اصول ہے جس سے دنیا میں قرآنی انقلاب کی قیامت صغریٰ برپا ہوتی ہے۔ اور جس

عہ بقول امام الائمہ امام ولی اللہؑ یہ زمانہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ ہے
از لہ الخفاء ص ۱۲۱

کے بعد قرآن کی حامل جماعت فارغ البال غاصب طبقوں سے جواب طلبی کرتی ہے۔ حجاز میں یہ نمونہ انقلاب ایک دفعہ رونما ہو چکا ہے جس کی آخری لہریں بعض ملکوں میں اب تک بچکولے لے رہی ہیں۔ اگر یہ درست ہے۔ کہ اسلام ہمیشہ انسانیت کے کچلے ہوئے طبقات میں ظاہر ہوا ہے اور اب پھر ایسے ہی طبقات میں رہ گیا ہے۔ تو اگر مسلمان ہوشیار ہو گئے تو دنیا کو ایک انقلاب عظیم کی توقع رکھنی چاہئے۔ جو نہ صرف جامع ہوگا۔ بلکہ عالمگیر بھی ہوگا۔ اور وہ انقلاب قرآن حکیم کے اصولوں پر ہوگا۔ ممکن ہے کہ امام الائمہ امام ولی اللہ دہلوی کے طریقے کا ہندوستانی مسلمان بھی اس انقلاب میں اچھا خاصہ حصہ لے۔ اب ہمارے ملک کے حاملین قرآن کا فرض ہے کہ وہ زمانے کی نبض پہچانیں۔ اور امام ولی اللہ دہلوی کی حکمت کو سمجھ کر قرآن حکیم کو اپنائیں جو اس دورِ حکمت میں جامع اور عالمگیر انقلاب برپا کرنے والی واحد کتاب ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ
 الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ اِنْ مَكَنَ اللّٰهُ فِي الْاَرْضِ
 يُقِيمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُوْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُوْنَ

دارالرشاد، گوٹہ پیر چھٹا

ضلع حیدرآباد (سندھ)

۹۲۲ ہندی

چہیت قرآن؟ خواجہ را پیغام مرگ
 دستگیر بندہ بے ساز و برگ
 اقبالؒ

سُورَةُ مَرْيَمَ



انقلاب!

انقلاب! اے انقلاب!

خواجه از خونِ رگِ مزدور ساز و لعلِ ناب
از جفائے وہ خدایاں کشت و بہقاناں خراب

انقلاب!

انقلاب! اے انقلاب!

شیخِ شہر از رشتہٴ تسبیحِ صد مومن بدام
کافرانِ سادہ دل را برہمنِ زُنارِ تاب

انقلاب!

انقلاب! اے انقلاب!

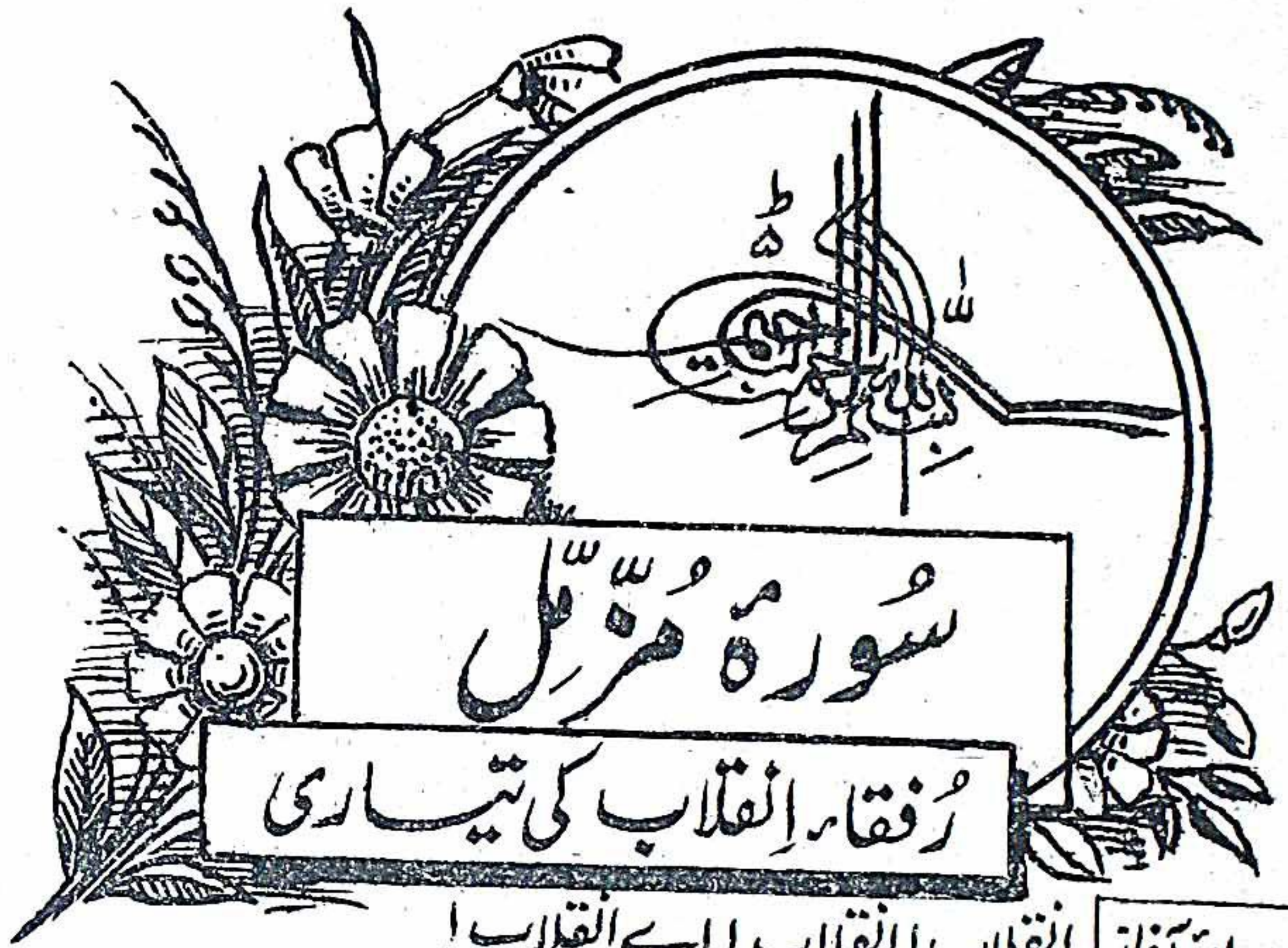
میر و سلطانِ نرد باز و کعبتینِ شاں و غل
جانِ محکوماں ز تن بُردند و محکوماں بخواب

انقلاب!

انقلاب! اے انقلاب!

(اقبالؒ)





پیرایہ آغاز انقلاب! انقلاب! انقلاب! اے انقلاب! فطرت انسانی کے تقاضے — خدا پرستی — سے انکار کرنے والے سرکشوں کی گردن توڑنے والا انقلاب! فطرۃ انسانی کی تکمیل کرنے والی کمزور قوموں کو سر بلند کرنے والا انقلاب! ظالموں سے باز پرس کرنے والا انقلاب! اجتماع انسانی کو مادّی اور روحانی امراض سے پاک کرنے والا انقلاب! فطرت انسانی کا وہ گوہر نایاب ہے جسے وہ کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتی!

معاشرۃ انسانی اپنے ابتدائی دور میں ایک خاص نہج پر چل رہا تھا۔ کہ نبیاض فطرت انسانی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے نئی ترقی یافتہ بنیادوں پر قائم کیا۔ ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام ان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہی اصولوں پر کام کیا جن کی طرح

انبیاء کے جدا جدا حضرت ابراہیم علیہ السلام ڈال گئے تھے۔

صدیاں گزر گئیں! ابراہیمی انقلاب کے اصول تجربے میں آتے آتے
انسانیت میں مسلم ہو گئے اور ترقی یافتہ نوع انسان نے ان کے مطابق فطرۃ
ہونے پر تصدیق ثابت کر دی۔

اب انسانی رہنمائی کے لئے آخری اور دائمی ہدایت نامے کی ضرورت تھی۔
جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کی شکل میں لاتے۔ اس میں
وہ تمام اصول حیات اور ضوابط جمع کر دیئے گئے ہیں جن پر انسانی فطرت
قائم ہے۔ ان کو بروئے کار لانے اور روئے زمین پر مستحکم طور پر قائم کرنے
کے لئے جن ابتدائی قواعد کی ضرورت ہے۔ ان میں سے چند سورۃ مُزَّمِّل میں
بیان کئے گئے ہیں۔ ان اصولوں پر پہلے جزیرہ عرب میں اور پھر اہل عرب کی
مدد سے دُنیا کے باقی حصوں میں انقلاب برپا ہوا۔

رَا، يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ! [اے مُزَّمِّل!]

ایک غلط فہمی کا ازالہ لفظ مُزَّمِّل کی کسی تشریحات کی گئی ہیں۔ بعض نے
اس کے معنی کئے ہیں :- المتمرئیل فی ثوبہ و ذالک علی سبیل
الاستعارة، کنایة عن المقصر و المتهاون بالامر و
تعریضاً به (یعنی کپڑوں میں لپٹا ہوا جو بطور استعارہ ہے۔ اور اس میں
کنایہ اس طرف ہے۔ کہ وہ شخص کام کرنے میں قصور کرتا ہے۔ اور سستی سے
کام لیتا ہے۔ اور یہ اسے گویا تعریف کے طور پر کہا گیا ہے)

مع المفردات القرآن للراغب الاصفہانی

لیکن اس شخص کے متعلق جو اپنے فکر اور اپنی قوت کے ساتھ انسانیتِ عامہ کو ترقی دینے، خلق اللہ کی خدمت کرنے اور ان کا تعلق اللہ سے جوڑنے کے لئے

اتنا بے تاب تھا کہ قرآن حکیم کو کہنا پڑا کہ
 اَعْلَاكَ بَانِعٌ نَّفْسًا اَلَا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعراء: ۳)

(یعنی یہ جو تیرے پیش کردہ لائحہ جیات (Programme of Life) کو نہیں مانتے تو کیا ان کی خاطر اپنی جان ہدکان کر ڈالے گا؟)

اور جس کا یہ حال تھا کہ اللہ کی مخلوق کو راہِ ہدایت دکھانے کا بوجھ اٹھاتے اس کی کمر ڈہری ہوئی جاتی تھی۔

وَوَضَعْنَا عَنَّا وِزْرَكَ الَّذِي اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (الانشراح: ۳)

(اور ہم نے تیرا بوجھ اتار دیا جس نے تیری کمر کو ڈہرا کر رکھا تھا) اور جو لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے راستے معلوم کرنے کے لئے بیقرار تھا۔
 وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ (۹۳: ۷) [اور اس نے تجھے تلاش میں گم پایا۔

اور پھر تجھے ہدایت دی]

اس کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ اپنے کام میں سست اور کاہل تھا صحیح

یہ سوء ظن ہے ساقی کو شر کے باب میں

پس لفظ مَزْبُوْل کے وہ معنی لئے جانے چاہئیں، جو اس سورت

اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارک کے مناسب ہوں۔

المزبؤل کی پہلی تشریح (۱) (۱) مؤطا امام مالک میں ایک روایت آتی ہے کہ :-

عن ابن شہاب، عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابن النبی

صلى الله عليه وسلم قال: لى خمسة اسماء؛ انا
 محمد، وانا احمد، وانا الماسى الذى يحو الله بى الكفر،
 وانا الحاشى الذى يحشر الناس على قد هنى وانا
 العاقب. (يعنى حضرت نبى اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے
 پانچ نام ہیں:- میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماسی ہوں کہ میرے
 ذریعے سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے۔ اور میں حاشی ہوں کہ لوگ

میرے قدموں میں اٹھاتے جائیں گے اور میں عاقب ہوں)

علماء کرام نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیسیوں نام گنوائے ہیں۔ تو ان
 پانچ ناموں کی خصوصیت کیا ہے؟ ذرا تاثر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ وہ نام ہیں
 جو قرآن حکیم میں آتے ہیں۔ چنانچہ محمد اور احمد تو صاف مذکور ہیں:-

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ (الفتح: ۲۹)

يأتى من بعدى اسمه احمد (۵۱۶۱)

الحاشى کے معنی الحاشى کی تشریح کرتے ہوئے امام الائمہ امام ولی اللہ محدث
 دہلوی فرماتے ہیں:- قبل معنی قوله على قد هنى ان الله اما هم يوم الحشر
 يحتاجون الى شفاعته (المسوى جلد ۲ ص ۵۱۶ باب اسماء النبى صلی اللہ علیہ وسلم)
 یعنی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کہ ”میرے قدموں میں
 اٹھاتے جائیں گے“ کے یہ معنی ہیں کہ وہ یوم حشر میں ان کے امام ہونگے اور وہ ان
 کی شفاعت کے محتاج ہوں گے۔

اس سے ظاہر ہے کہ الحاشى کے معنی ہیں جمع کرنے والا۔ چنانچہ قرآن حکیم

میں آیا ہے کہ :-

وَحِشْرٌ لِّسَلِيمٍ جُنُودُهُ (الفعل: ۱۷) (یعنی سلیمان کے
لئے اس کے لشکر جمع کئے گئے)
نیز قرآن حکیم میں الحشر نام ایک سورت بھی ہے جس میں یہ الفاظ

آتے ہیں کہ :-

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ
دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ (سورہ حشر: ۲-۳)

حضرت امام الائمہ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں :-

اوست آنکہ بر آورد آناں را کہ کافر شدند از اہل کتاب از خانہائے
ایشان در اول جمع کردن لشکر (فتح الرحمان) (یعنی وہی ہے جس نے اہل کتاب میں
سے کفر کرنے والوں کو پہلی مرتبہ لشکر جمع کرنے کے وقت میں گھر سے نکالا)

یہاں اول الحشر سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا جارحانہ حملہ ہے
جو آپ نے مکہ میں بنی نضیر پر کیا۔ گویا الحشر کے معنی ہیں لوگوں کو جمع کرنے

عہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگیں مدد افغانہ تھیں جارحانہ
تہ تھیں عیسائی مشنری (Missionaries) پر پراپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ اسلام و حقیقت
مذہب ہے جس میں قتل و خونریزی اور غارتگری کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس قسم کے پراپیگنڈہ
سے متاثر ہو کر مسلمان علما نے بیسویں صدی عیسوی کے شروع میں یہ نظریہ پیش کرنا شروع کر دیا۔
کہ اسلام کی جنگیں ہمیشہ مدد افغانہ رہی ہیں اس لئے بھی کوئی جارحانہ حملہ نہیں کیا۔ مگر
درحقیقت یہ رکیک سازداری سے بڑھ کر نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ اسلام میں جنگ جواز
ہے یا نہیں؟ اگر اسلام جنگ کو جواز قرار دیتا ہے (اور اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ وہ
جنگ کو جواز بلکہ ضروری قرار دیتا ہے) تو اس کے بعد یہ افسر جنگ کے اختیار فیبری (Discretion)
پر موقوف ہوتا ہے کہ وہ خود آگے بڑھ کر حملہ کرے یا غنیمت کے حملے کی محض مدافعت کرے ظاہر ہے کہ
اس کا قرآن کے فیصلے سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

والا۔ اسی طرح المرزبل کے معنی میں زمیلوں کو جمع کرنے والا یعنی قرآن کی انقلابی تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے انقلابی عناصر کو جمع کرنے والا یا اس تحریک کے لئے جس قسم کے رفقاء کار کی ضرورت ہے۔ اس قسم کے رفیق جمع کرنے والا۔
 نبی اکرم صلعم نہیل (رفقاء) تیار کریں گے (ب) اب لفظ المرزبل پر ایک اور نقطہ نگاہ سے نظر ڈالتے :-

اونٹ کے کجاوے میں عموماً دو آدمی سوار ہوا کرتے ہیں۔ ایک ایک طرف اور دوسرا دوسری طرف تاکہ بوجھ دونوں طرف برابر رہے۔ ان کو ایک دوسرے کے زمیل کہتے ہیں اور هُنْ اَهْلَةٌ کے معنی ہیں ایک دوسرے کا زمیل بننا۔ پس لغوی اعتبار سے بھی هُنْ اَهْلٌ کے معنی ہوتے زمیل یعنی رفقاء راہ تیار کرنے والا۔ یعنی جتنا قرآن آپ سمجھتے ہیں اتنا ہی دوسروں کو سمجھا کر انسانیت کی خدمت کے لئے تیار کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ جس محنت و مشقت سے وہ خود اپنے نصب العین کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی محنت و مشقت سے آپ کے ساتھی بھی اسے کامیاب بنائیں۔

لفظ مرزبل میں مبالغہ بھی پایا جاتا ہے جس سے کثرت کے معنی ظاہر ہوتے ہیں یعنی کثرت سے زمیل ————— رفقاء راہ ————— تیار کرنے والا۔ گویا جو شخص آپ سے ایک آیت بھی سیکھ لیتا ہے وہ اسی حد

۱۰۰ الماسی کے لئے دیکھو سورہ المدثر میں لفظ مدثر کی تشریح، اور العاقب کے معنی حضرت امام الائمہ نے بیان کئے ہیں کہ آپ آخری نبی یعنی الخاتم النبیین ہیں۔
 ۱۰۱ ایک اور آیت میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ بلغوا عتقا ولو آیتہ (یعنی ایک آیت بھی مجھ سے سیکھ جاؤ تو اسی کی آگے تبلیغ کرو)

تک آپ کا زمیں بن جاتا ہے۔
 یہ جو زمیں تیار ہوں گے یہی آگے چل کر آپ کی فوج کے سپاہی بن
 جائیں گے۔ اور پھر آپ کے بعد آپ کی نیابت کریں گے۔ اور خلافت چلائیں گے
 اس زمیں سے اجتماع (الحشر) پیدا ہوگا۔

جملہ معترضہ

انقلاب کے شروع میں رفقاء | جب حکومت منظم ہو جاتی ہے۔ تو آدمی دو قسم کے ہوجاتے
 ہی تیار کئے جاتے ہیں | ہیں یعنی حکم دینے والے اور حکم ماننے والے لیکن
 نئی حکومت پیدا کرنے کے لئے جو انقلاب پیدا کیا جاتا ہے۔ اس میں
 شروع شروع میں اس قسم کی تمیز نہیں ہو سکتی پہلی منزلیں صرف
 رفیق (Colleagues) تیار کئے جاتے ہیں مثلاً دو آدمی اپنے اپنے گھر
 سے کسی ہمت کو سفر کرنے کے لئے نکلتے ہیں۔ دونوں راستے میں مل جاتے
 ہیں۔ یہ ایک دوسرے کے رفیقِ سراہ ہیں۔ ان میں حقیقی معنوں میں کوئی
 افسری ماتحتی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح انقلاب کی ابتدا میں صرف رفقاء
 سراہ تیار کئے جاسکتے ہیں۔ اس کی صورت یوں ہوتی ہے کہ سب کے
 سامنے ایک نصب العین (Ideal) کھینچ لفظوں میں پیش کر دیا جاتا ہے
 اس کو کامیاب بنانے کے لئے جو راستہ اختیار کرنا ہوتا ہے وہ سخت خطرناک
 ہوتا ہے۔ سو ساری ان کے نصب العین کو پسند نہیں کرتی۔ ان کے گھر
 کے عزیز واقارب تک دشمن ہو جاتے ہیں محض والے دشمن ہو جاتے ہیں

گاؤں اور شہر والے دشمن ہو جاتے ہیں پھر سارا ملک دشمن ہو جاتا ہے اور اگر ملک میں کوئی حکومت ہو تو وہ بھی ان کی دشمن بن جاتی ہے۔ ان لوگوں کو اپنے نصب العین کی کامیابی کے لئے ان سب کی مجموعی دشمنی کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اگر انقلابی کارکن یہ سب کچھ سمجھ کر محسوس کر لیں۔ کہ ان کا نصب العین اتنا دلچسپ اور بلند ہے کہ وہ اس کے لئے ان سب عداوتوں اور مصیبتوں کو برداشت کر سکیں گے۔ اور اپنے نصب العین پر اپنا مال، اپنی جان، اپنے بیوی بچے، اپنے عزیز واقارب اپنا تمام مال و متاع — غرضیکہ سب کچھ قربان کر دیں گے۔ تو ان کا کام آسان ہو جاتا ہے۔

اس راہ میں سب سے بڑا سنگ گراں مخالف حکومت کا ہوتا ہے لیکن وہ کیا کر سکتی ہے؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہ پھانسی دے دیگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں مصری جاو کر آئے لیکن جب وہ حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے تو انہوں نے کیا کہا تھا؟ یہی ناکہ لجن فَوُتِرَكَ عَلٰی مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ إِنَّمَا تَقْضِي هَذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (۲۰: ۷۲) (یعنی اے فرعون! یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم تجھے ان دلائل و براہین کے مقابلے میں جو ہم سمجھ چکے ہیں ترجیح دینے لگیں اور تجھے اس ذات واحد سے بالاتر سمجھنے لگیں جس نے ہمیں پیدا کیا تو جو کچھ کر سکتا ہے کر گزر، اور حقیقت میں تو کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ تو ہماری اس چند روزہ دنیاوی

زندگی کے متعلق کچھ کر سکتا ہے تو جو کچھ تو کرنا چاہتا ہے کر لے۔
 الغرض ایک انقلابی، گھر میں بیٹھ کر ایک بند مقصد کے حصول کے
 لئے فیصلہ کرتا ہے۔ اور پھر اس نصب العین کو لے کر گھر سے نکلتا ہے
 وہ تلاش کرتا ہے تو اس نصب العین کے شیدائی کئی اور بھی مل جاتے ہیں
 یہ اس کے سرفقائے کار ہیں۔ جب یہ لوگ آپس میں ملتے ہیں تو ایک
 دوسرے کو ہم خیال پا کر اجتماعی طور پر کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور
 اس طرح ایک سوسائٹی (Society) پیدا ہو جاتی ہے۔

رفاقت کی پہلی منزل | اس مرحلے پر سب سے مشکل چیز کیا ہوتی ہے؟ وہ یہ کہ ایک
 صاف تخیل (Idea) پیش کر کے فیصلہ کرانا اور پھر اسے قبول کر کے چل نکلیں
 تو ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرنا۔ یہ رفقائے سمجھتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے
 پر کوئی فوقیت نہیں رکھتے۔ فکر کو عمل میں لانے کے جذبے کے لحاظ سے
 ہم سب برابر ہیں۔ انقلابی تخیل صاف ہو تو یہ بات آسان ہو جاتی ہے۔

رفاقت کی دوسری منزل | اس کے بعد دوسرا مرحلہ آتا ہے۔ کہ تخیل (Idea) کو
 ساتھیوں کے ذہنوں کی انتہا تک پہنچا دیا جائے۔ اور وہ اسے اچھی
 طرح سمجھ کر فیصلہ کر لیں کہ وہ اس پر قربان ہو سکتے ہیں اور اپنا سب کچھ
 قربان کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اگر بعد میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ اوہو! میں
 تو دھوکے میں رہا۔ میں تو یہ سمجھا تھا مگر یہ تو بات ہی اور نکلی، تو سب
 کیا کراہا برباد ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق اپنے رفقائے ساتھ | اس نقطہ نگاہ سے حضرت محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی پوزیشن پر غور کیا جائے تو آپ کی دو حیثیتیں نظر آتی ہیں :-

(۱) آپ نبی ہیں | آپ صاحبِ فکر ہیں اور ساتھ ہی خدا کے پیامبر بھی ہیں۔ خدا کا جو پیغام آپ کو پہنچتا ہے آپ کا فکر اسے جذب کر لیتا ہے۔ ناواقف لوگوں کو محسوس ہوتا ہے کہ آپ اپنی بات فرما رہے ہیں۔ پھر آپ وہ فکر دوسروں تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہ آپ کی ذاتی حیثیت ہے۔ جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا یعنی آپ پیغام قبول کرنے میں کسی کو شامل نہیں کر سکتے اور نہ کسی کو رسول بنا سکتے ہیں۔ آپ کو جو پیغام الہی پہنچا وہ حرف بحرف کتابی شکل میں دنیا کے سامنے موجود ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اس کے باہر کوئی وحی نہیں ہے۔ اب ہر قوم اپنا پروگرام اس آئین مکتوبی سے لے گی۔ آگے جا کر وہ سب قومیں قرآن کی پوری تشریح میں مل جائیں گی۔

(۲) آپ معلم شفیق ہیں | آپ کی دوسری حیثیت فکر سکھانے والے کی ہے۔ جس کا ذکر اس آیت میں ہے :- يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (الجمعة: ۲) (یعنی انہیں قانون الہی اور اس کی حکمت سکھاتا ہے) آپ خود فرماتے ہیں کہ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا (میں تو استاد بنا کر بھیجا گیا ہوں) معلم کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک چیز جانتا ہے جو وہ دوسروں کو اپنے برابر سمجھا دیتا ہے۔ اس علم کو پہلے سیکھنے اور بعد میں سیکھنے کا جو طبعی فرق ہے وہ تو ہمیشہ قائم رہے گا۔ لیکن علم سے جو روشنی پیدا ہوتی ہے۔ اور اس سے کام کی جو ہمت پیدا ہوتی ہے۔ اس میں ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ جب تک استاد کی تعلیم میں یہ طاقت نہ ہو اسے

صحیح معنوں میں مُعَلِّم نہیں کہا جاتا۔

ہم نے یہ مضمون خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے لیا ہے۔
ان کے پاس دربارِ دہلی کا ایک امیر آگیا۔ شاہی کارندوں نے اسے طلب کیا۔
تو وہ نہ گیا۔ بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ کیا آپ اسے بھی اپنے جیسا (یعنی
تارک الدنیا) بنا دیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں اپنے سے بہتر بنانا چاہتا ہوں۔
یہ آپ کی شانِ معلّم ہی تھی جس کی وجہ سے آپ کی محبت آپ کے صحابہ کے
دلوں میں اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ تھی۔ یہ بات کسی حاکم کو حاصل نہیں
ہو سکتی۔

الغرض المُرْسَل کے معنی ہیں قرآن حکیم سمجھا کر زمیں لیل یعنی رفتار تیار کرنے والا۔
الحاشیہ کی تشریح فلسفہ (ج) حجۃ الاسلام امام الائمہ امام ولی اللہ دہلویؒ
ولی اللہی کے مطابق کے فلسفے میں یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ انسانی حیات
وعدائی چیز ہے۔ یہ جو دنیاوی زندگی شروع ہوتی ہے۔ یہی ترقی کرتے کرتے
آخری زندگی بن جاتے گی۔ اور اُس زندگی میں انسان کے پہلے اعمال ہی ایک
خاص شکل اختیار کر کے اُس کے لئے جنت کی نعمتیں یا دوزخ کے عذاب
کی صورتیں پیدا کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت امام الائمہ فرماتے ہیں کہ :-

حشر میں ہمارے اعمال ہی | فالتشبیحات الحشریة فی حقہ اثم وافر وذلالت
مشکل ہو کر پیش ہوں گے | انہر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اکثر عذاب
امتہ فی قبورہم وھنالک امورٌ ممتثلة تتساوی النفوس فی مشاہد
کالھدایة المبسوطة ببعثتہ صلی اللہ علیہ وسلم تشبیح حوضنا و

تتشبه اعمالها المحصاة عليها وزنا الى غير ذلك وتشبه النعمة بمطعم هنيئ
مشرب مديء ومنكح شهوي وملبس رضى ومسكن يحيى (حجة الله البالغة
جلد اول ص ۳۴)

(یعنی حشر میں انسان کے اعمال اور اخلاق جو شکلیں اختیار کریں گے۔ وہ
اس شخص کے حق میں پوری پوری طرح ظاہر ہوں گی۔ اس لئے حضرت
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے عذاب کا
اکثر حصہ قبروں میں پورا ہو جائے گا [یعنی میری امت چونکہ کمزور ہے
اس لئے حشر کی تصویریں زیادہ نہیں بنیں گی۔ لوگ تھوڑی ہی سی
بات سے جلدی سمجھ جائیں گے]

حشر میں بعض کاموں کی شکلیں ظاہر ہونگی جن کو تمام روحیں یکساں
طور پر سمجھ سکیں گی۔ مثلاً حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے
کے بعد جو فیض و ہدایت آپ کے ذریعے سے پھیلی وہ ایک حوض کی
شکل میں ظاہر ہوگی [یعنی لوگوں نے دنیا میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم سے جو فیض حاصل کیا اور اسے آگے بڑھانے میں جو جدوجہد
کی وہ ایک حوض کی شکل میں ظاہر ہوگی۔ جس میں پانی ہوگا۔ یہی حوض کوثر
ہے جو حقیقت میں قرآن حکیم سے استفادے کا منظر ہے] اور ان
کے جتنے اعمال محفوظ ہیں وہ سب ترازو میں تلیں گے۔ اور اچھے
کھانوں خوبصورت عورتوں عمدہ لباسوں اور اچھے گھروں کی شکل میں
ظاہر ہوں گے)

ایک اور جگہ عالم مثال کی کیفیت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ :-
 ہمارے اعمال و اخلاق ہی اور سر ہذا الواقعة تمثل الاعمال
 ہمارے جنت و دوزخ پیدا کرنے والا اخلاق السيئة والحسنة في
 المثال وتنعم النفس وتوجعها بالحقائق المثالية البعد

البازغہ ص ۱۵۴ یعنی اس میں راز یہ ہے کہ اچھے اور بُرے اعمال اور
 اچھے اور بُرے اخلاق عالم مثال میں پہنچ کر مثالی صورتیں اختیار کر لیتے ہیں
 ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ :-

واقعات حشر کی مزید تشریح | وچوں ازیں موطن در گزرد عالمے دیگر پیش آید اور
 در لسان شرع یوم المحشر گویند۔ حقیقت آن موطن آنست کہ دریں
 نفوس ارضیہ بسیار سے از احکام فردیہ کہ از اختلاف عناصر و زجرت
 مادہ ظلمانیہ پیدا شدہ بر ہم خورد و این نفس بمنزلہ جسم شفاف محاکات
 صورت نوعیہ نماید و احکام صورت نوعیہ بطریق ظہور و غلبہ پیدا شود
 چنانکہ در محسوسات صورت نوعیہ در افراد انسان تقاضا سے کند کہ بدین
 و جلیں و عینیں و اذنین پیدا شوند لیکن گاہے عائق از عوائق استعداد
 مادہ ازاں منع کند چہیں ناقص الخلقہت اکہ و اقطع و اسک پیدا شود
 رہنہ از قبل مادہ است نہ از قبیل صورت نوعیہ ہم چنان در امور معقولہ
 صورت نوعیہ را مقتضیات است از عقل سلیم کہ بلوت او نام ملوث
 شدہ و استعداد قبول علوم حقہ از مبداء فیاض بر وجہ آن داشتہ و از
 خیال صحیح کہ شی را بصورت مناسبہ او کہ بر طبق شکل عالم مثال است

مشیح سازد پس احکام فردیت فرو نشینند و احکام نوعیہ غالب آیند ہمہ
مقتضیات نوع در عقل و خیال بروئے کار آید و صورت فردیت قبول
ظہور احکام نوع کند و با تم وجوہ محاکات آن نماید چنانکہ در افراد نوع
ممکن نشود کہ بہتر از آن احکام نوع ظاہر شوند۔ لَقَدْ كَشَفْنَا عَنْكَ
غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ هَدِيدٌ

پس درین موطن و قائلے چند ظہور کنند از میزان و حساب و تجلی الہی و حوض
و تطاہر و صف اعمال بطرف یمن و شمال و شہادت ایدی دارصل و صراط و
ابیضا و وجوہ و اسوداد آن و شفاعت رسل۔

میزان کیا ہے؟ | پس میزان عبارت است از ظہور صورت مقدار اعمال حسہ و
سیئہ و معرفتہ تا ثیر ہر یکے از قبیلتین بشکلیکہ عالم مثال تقاضا کند از
کفتین و مانند آن در میان عالم مثال و عالم شہادۃ بآن معنی کہ اجسام
خارجیہ شکل پذیر قوای مثالیہ گردد۔

حوض کوثر کیا ہے؟ | و حوض صورت ہدایت و رشد سے است کہ از تجلی اعظم بر نفس
نفس حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ریختہ است و از آنجا از راہ
قوای پیغمبر در عالم شہادت جاری شدہ و اوانی حوض صورت قدر ہدایت
کہ افراد مسلمین قبول آن کردہ اند۔

تسنیم کیا ہے؟ | عطیہ مقربین آپ حتمہ تسنیم باشد کہ مثال لذات عقلیہ است
کہ از ادراک مجردات حاصل آید (تفہیمات الہیہ جلد اول ص ۲۵۵-۲۵۲)
ملخصاً

یعنی اس منزل سے گزر جاتے تو وہ ایک اور عالم میں داخل ہوتا ہے جسے شرع کی زبان میں حشر کا دن کہتے ہیں۔ اور اس مہتمم کی حقیقت یہ ہے کہ ان نفوس ارضیہ کی بہت سی انفرادی باتیں جو عنصر و کے باہمی ملاپ اور کشیف مادے سے پیدا ہوئی تھیں۔ جاتی رہتی ہیں اور اب ہر ایک نفس شفاف جسم کی طرح نوعی امور کا عکس پیش کرتا ہے۔ اور اس پر نوعی تقاضے ظاہر ہو کر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ مادی دنیا میں انسان کی صورت نوعیہ تقاضا کرتی ہے کہ ایک فرد کے دو دو ہاتھ پاؤں آنکھیں اور کان ہوں۔ لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ مادے میں دو دو اعضا پیدا کرنے کی استعداد نہیں ہوتی۔ اس وقت جو بچہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ لنگڑا یا کانٹا یا بوجہ ہوتا ہے۔ اس ناقص الخلقیت بچے کی پیدائش میں قصور مادے کا ہے نہ کہ صورت نوعیہ کا۔

ایسے ہی غیر مادی زندگی کے امور میں صورت نوعیہ کے تقاضے ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ تقاضا کرتی ہے۔ کہ انسان کے اندر ایسی عقل سلیم ہو کہ وہ اوہام کی غلاطت سے ناپاک نہ ہوتی ہو۔ اور اس باکیزگی کے سبب سے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے صحیح علوم لے سکے اور وہ یہ بھی تقاضا کرتی ہے کہ انسان کی قوت متخدیہ صحیح ہو۔ تاکہ وہ چیزوں کو عالم مثال کی کیفیت کے مطابق شکل دے سکے۔

الغرض اس موطن میں جا کر انفرادیت کے احکام چھوٹ جاتے ہیں

اور نوعی تقاضے غالب آجاتے ہیں۔ اور عقل اور خیال کی قوتوں کے لحاظ سے نوعی تقاضے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اور فرد انسانی نوعی تقاضوں کو ایسی پوری طرح ظاہر کرتا ہے کہ اس سے زیادہ اس سے ممکن نہیں ہوتا۔ یہ وہ کیفیت ہے جس کے متعلق قرآن حکیم کہتا ہے کہ لَقَدْ كَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَ فُبَصَّرْتَهُ الْيَوْمَ حَدِيدًا (بیشک ہم نے تیرے پردے اتار دیئے ہیں اس لئے آج تیری نگاہ تیز ہے)

چنانچہ اس موطن میں نفس انسانی کو بعض واقعات پیش آتے ہیں۔ مثلاً میزانِ حساب۔ تجلی الہی، حوض کوثر۔ اعمال ناموں کا اڑ کر دائیں بائیں ہاتھیں آجانا۔ ہاتھ پاؤں کا انسان کے اعمال کی شہادت دینا۔ پل صراط پر سے گزرنا۔ چہروں کا سفید یا سیاہ ہو جانا۔ اور رسولوں کا شفاعت کرنا۔ ان میں سے میزان سے مراد یہ ہے کہ عالم مثال میں انسان کے اچھے بُرے اعمال ایک خاص "مقدار" اختیار کر کے ظاہر ہونگے۔ اور ان کی خاص قسم کی تاثیر ظاہر ہوگی۔ اور یہ مقدار اور تاثیر عالم مثال کے "مادے" کے مناسب حال ہوگی۔ مثلاً ترازو وغیرہ جو عالم مثال اور عالم مادی کے بین بین ایک قسم کے مادے سے ظاہر ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کہ مادی اجسام مثالی قوتوں کی شکل میں ظاہر ہوں گے۔۔۔۔۔

اور حوض سے مراد یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک پر تجلی اعظم سے جو ہدایت نازل ہوئی اور آپ کے قوی کے ذریعے

سے دنیا میں پھیلی وہ وہاں حوض کوثر کی مثالی شکل میں ظاہر ہوگی۔ اور اس حوض میں جو پانی پینے کے برتن ہونگے وہ تمام مسلمانوں کی قبول کردہ ہدایت ہوگی جو برتنوں کی شکل میں ظاہر ہوگی۔

اس عالم میں خدا کے خاص مقرب بندوں کو چشمہ تسنیم سے پانی پلایا جائے گا۔ یہ پانی کیا ہوگا؟ یہ مجردات اور اک سے حاصل شدہ عقلی لذات ہوں گی۔ جو پانی کی شکل میں انہیں پلانی جائیں گی۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:-

حوض کوثر اور دیگر انبیاء کے حوض | والحوض ہدایتہ صلی اللہ علیہ وسلم
تجسدت هناك ماءً بمشاجعة قویة بین العلم والماء
واری ان لكل نبی حوضاً غیر ان حوض النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ام الحیاض (الخیر الکثیر ص ۱۱۴)

یعنی حوض کوثر اصل میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پھیلی ہوئی ہدایت ہے۔ جو عالم مثال میں جا کر پانی کی شکل اختیار کریگی کیونکہ علم کو پانی سے خاص مشابہت ہے۔ میری رائے میں ہر ایک نبی کا جدا جدا حوض ہوگا۔ البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض سب سے بڑا ہوگا)

بیانات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ جو لوگ اس دنیا میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر یا آپ کی تعلیمات اور نمونے کے

مطابق انقلاب برپا کریں گے۔ وہ مرنے کے بعد کی زندگی میں آپ کی امامت میں جمع ہو جائیں گے۔ ایسے ہی جو لوگ دوسرے انبیاء کرام کی معیت میں کام کر چکے ہیں وہ اپنے اپنے نبی کی معیت حاصل کریں گے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔ کہ :-

الْعَمَلُ لِلَّهِ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ وَوَحْنٌ أُولَئِكَ سَرِيقَتًا نِسَاءً : (۶۹) (یہ وہ لوگ
ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین

پر۔ یہ بہت اچھے رفیق ہیں)

اب انقلاب عمومی حضرت محمد رسول اللہ ^ص خلیفہ اولیٰ العزم انبیاء علیہم السلام مثلاً
ہی کے اتباع سے آسکتا ہے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو شش
کرتے رہے کہ تمام دنیا میں تورات کو پھیلا کر امامت کبریٰ (بین الاقوامی
قیادت) حاصل کریں لیکن یہ مقام محمود حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وسلم ہی حاصل کر سکے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب انقلاب عمومی اپنے
مختلف ادوار میں آپ کے اتباع سے باہر نہیں جاسکتا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جو انقلاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی نبوت کا خاصہ ہے وہ ایک دن میں ساری دنیا میں نہیں پھیل سکتا۔
اس انقلاب کا پہلا حصہ وہ تھا جو خلافت راشدہ سے شروع ہو کر عباسی
حکومت کے خاتمے تک کامیاب رہا۔ جب قریش میں اس انقلاب کو آگے
بڑھانے کی طاقت نہ رہی تو اس انقلاب نے آگے بڑھنے کے لئے ایک اور

قوم — ایرانیوں — کو ذریعہ بنایا۔ لیکن قریش کے تنزل اور ایرانیوں کے عروج کا درمیانی وقفہ انقلاب کی ”رات“ تھی۔ اس میں نئی قوم تیار ہوئی۔ اس کے بعد ترکمانی قوموں نے اس انقلاب کو آگے بڑھایا اور پھر ہندوستانی قوم نے اسے اپنایا۔ اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر یہ انقلاب ساری دنیا میں کامیاب رہا۔ ان ٹکڑوں کو علیحدہ علیحدہ خیال کرنا غلطی ہے یہ سب ایک سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ جب تک انسانیت روستے زمین پر قائم ہے۔ یہ انقلاب کسی نہ کسی شکل میں آگے بڑھتا رہے گا۔ اور آخر میں ایک ایسا زمانہ آسکتا ہے۔ کہ تمام اقوام جو اس انقلاب سے مانوس ہو چکی ہوں۔ ایک سطح پر آکر اس کے ماتحت مل جائیں۔ اس وقت یہ انقلاب عمومی نکل ہوگا۔ پس المزمّل سے مراد وہ صاحب امامت کبریٰ ہے جس کے ماتحت تمام اقوام عالم جمع ہوں گی۔ یہ گویا الحاشیہ ہی کا دنیاوی منظر ہے۔

المزمّل کے دوسرے معنی (۲) ازمّل یا ازمّل کے دوسرے معنی ہیں حمل بصرۃ امام ائمۃ انقلاب واحدۃ (المبجد) (یعنی اونٹ کی طرح بوجھ اٹھا کر ایک ہی سچکے سے اٹھ کھڑا ہوا)

ازدملہ: احتمالہ و منہ قولہ تعالیٰ یا ایھا المزمّل یعنی بوجھ

اٹھالیا (صراح)

رازی نے عکرمہ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ مزمّل کے معنی ہیں وہ شخص جس پر

بھاری کام ڈال دیا گیا ہو۔ کیونکہ زمّل کے معنی ہیں حمل

عہ قال عکرمہ یا ایھا الذی زمّل امرأ عظیمائے حملہ، والزمّل الحمل وازدملہ احتمالہ (تفسیر کبیر للرازی جلد ہشتم ص ۲۳۵ تا ۲۳۶)

یہ بار کیا ہے؟ قومی اور | یہ بار جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھایا قومی اور
 بین الاقوامی انقلاب | بین الاقوامی انقلاب کا بار تھا۔ اور تعجب یہ ہے کہ آپ
 نے پہلے اپنی قوم کو ترقی دے کر بین الاقوامی درجے کے کام کرنے والے کارکن تیار
 کرنے کا انتظار نہیں کیا۔ گو اگر آپ ایسا کرتے تو بھی کسی عقلمند کو اس پر اعتراض
 نہ ہوتا لیکن آپ نے بین الاقوامی انقلاب کو موخر نہیں کیا۔ بلکہ دونوں کام ایک
 ہی وقت شروع کر لئے۔ یہ نہایت مشکل کام تھا۔ لیکن آپ نے جو فردی، ہمت،
 محنت اور مشقت سے کام لیا اور پورے کے پورے بوجھ کو سنبھال کر اُٹھ کھڑے
 ہوئے۔ اور اللہ کے فضل سے بہت جلد منزل مقصود پر پہنچ گئے چنانچہ آپ نے
 قریش کی ذہنیت ایسی تیار کی کہ وہ جہاں انصار مدینہ کے ساتھ مل کر کام کر سکے
 وہاں بلال حبشی، صہیب رومی اور سلمان فارسی وغیرہ غیر عربوں کے ساتھ اور ان
 کے ماتحت بھی کام کر سکے۔

جو شخص سیاسی اجتماعیت میں اس قسم کا بارگراں اُٹھاتا ہے وہ امام انقلاب
 کہلاتا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
 المذموم یعنی آخری درجے کے امام ائمہ انقلاب ہیں۔ مولانا محمد قاسم
 اس آخری درجے کا نام نحاتم النبیین رکھتے ہیں۔ اس سے اوپر کوئی درجہ ہی
 نہیں ہے۔

(۲) قَدْ لَيْلٍ الْاَقْلِيَاءَ (۳) نَصْفَهُ اَوْ اَنْقَضَ مِنْهُ قَلِيْلًا (۴) رُلِ اَوْ رُوْ عَلَيْهِ

[رات میں سے کچھ وقت کم کر کے کھڑے رہا کرو۔ آدھی رات یا اس سے بھی کم

یا اس پر کچھ بڑھا لو]

مثلاً بارہ گھنٹے کی رات ہو تو چھ گھنٹے یا چار گھنٹے یا آٹھ گھنٹے تک رات کو کھڑے ہو کر نماز میں قرآن کی تلاوت کیا کر۔

انقلابِ عمومی کے لئے ضروری ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو تعلیم دے کر امانِ انقلاب تیار کریں۔ جو آپ کے خلیفہ ہو سکیں اور ان کے علاوہ انقلابی کارکن تیار کریں جو اسے آگے بڑھائیں۔

امانِ انقلاب کی تیاری کے لئے خاص تعلیم کی ضرورت ہے جس کے لئے وقت بھی خاص چاہئے۔ اور عوام کی تعلیم کے لئے جہاں وقت درکار ہے۔ اس تقسیم اوقات کی اس لئے ضرورت پڑی کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعثت خصوصی (قومی) اور بعثت عمومی (بین الاقوامی) کے دونوں کام ایک ہی وقت میں کرنا چاہتے ہیں۔

جملہ معترضہ

تہجد کی نماز عوام کے لئے نہیں ہے | اس آیت میں تہجد کی نماز کی طرف اشارہ ہے

جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر پڑھتے رہے۔ یہ عام

مسلمانوں پر فرض نہیں، حنفی نماز عشرہ کے ساتھ جو تین وتر پڑھتے ہیں و

اسی نماز تہجد کے قائم مقام سمجھے جاتے ہیں۔ ان کو واجب قرار دیا گیا

ہے۔ صحابہ میں فقہ حنفی کے امام حضرت عبداللہ ابن مسعود نے اپنے کسی

شاگرد سے فرمایا کہ یا اھل القرآن اوتروا راسے قرآن کی تعلیمات

کے حاصلو! وتر پڑھا کرو! ایک بدوی نے بھی یہ بات سن لی اور پوچھا

کیا فرمایا آپ نے؟ حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ لبس لث (تیرے

اور تجھ جیسوں کے لئے نہیں) اس سے معلوم ہوا کہ وتر مسلمانوں کی خاص جماعت کے لئے ہیں، عوام کے لئے نہیں۔

یہ آیت منسوخ نہیں | حقیقت یہ ہے کہ جو شخص قرآن حکیم سکھائے اس کے لئے

تجد ضروری ہے اور یہ اس کے لئے درجہ اختصاص (Special Qualification) رکھتی ہے۔ اس لئے یہ آیت منسوخ نہیں کہی جاسکتی۔ جب کبھی وہی حالت پیدا ہو جائے جس میں یہ آیت نازل ہوئی تھی تو یہ آیت پھر زبر عمل آجائے گی۔
(ب) وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا [اور آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر،
سمجھا سمجھا کر قرآن پڑھا کر]

ترتیل کے معنی | شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ: و ترتیل کن بواضح خواندن (فتح الرحمن) یعنی ایسے پڑھ کہ سُننے والے اسے خوب سمجھ سکیں۔

(۲) سَرَقَلْ: آرمیدہ و پیدا خواندن (صراح) آرام سے ٹھہر ٹھہر کر صاف

صاف پڑھنا۔

(۳) التَّرْتِيْلُ: ارسال کلمة من الفم بسهولة واستقامة

(مراغب) (یعنی منہ سے آہستہ آہستہ سختگی کے ساتھ الفاظ نکالنا)

(۴) وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا | اقرأه علی تھل فانہ یکون عویناً

علی فہم القرآن وقد بڑھ و کذا لث کان یقرأ صلوات اللہ وسلام

علیہ (ابن کثیر، جلد چہارم ص ۱۳۴) (یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کیونکہ اس طرح قرآن حکیم

کے سمجھنے اور اس پر تدبیر کرنے میں مدد ملتی ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ و

اصحابہ وسلم ایسے ہی پڑھا کرتے تھے)

(۵) قالت عائشة رضی اللہ عنہا کان یقرأ السورۃ فیوتلقھا
حتی تكون اطول من اطول منھا (ابن کثیر ایضاً)

ام المؤمنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
قرآن حکیم کی سورتوں کو ایسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتے تھے کہ طویل سے طویل سورت
کے پڑھنے سے بھی زیادہ دیر لگ جایا کرتی تھی (

(۶) حضرت امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ :-

اگر انصاف وہی فائدہ اصلی از نزول قرآن العاطا است بمواعظ آں
اہتداست بہ ہدایت آں، نہ صرف تلفظ باں اگرچہ تلفظ ہم مقننم
است، پس چہ مسلمانی بدست آوردہ است کہے کہ مدلول قرآن
نفسد و کلام علالت دارد آنکہ مدلول کلام اللہ را نداند، ردیبا چہ
قلبی، فتح الرحمن)

(یعنی انصاف سے کام لو تو معلوم ہوگا۔ کہ قرآن حکیم نازل ہونے
کا اصلی فائدہ تو اس وقت ہے کہ انسان اس کی نصیحتوں سے عبرت
حاصل کرے۔ اور اس کی ہدایت کی باتوں سے سیدھی راہ چلنا سیکھے۔
نہ کہ صرف یہ کہ اس کے الفاظ زبان سے ادا کرتا رہے (گو تلفظ بھی
غنیمت سی) تو جو شخص قرآن حکیم کے معنی سمجھے بغیر اس کی تلاوت کرتا
ہے وہ بھلا اسلام کس طرح سیکھ سکتا ہے؟ اور جو شخص اس کلام الہی
کا مطلب نہیں سمجھتا وہ اس کے بے سمجھے پڑھنے سے بھلا کیا مزہ حاصل
کر سکتا ہے؟

(۷) حضرت شیخ نظام الحق والدین، نظام الدین دہلوی فرماتے ہیں کہ :-
 وقت خواندن قرآن باید کہ دل خوانندہ را تعلق بحق باشد و اگر آن
 میسر نشود باید کہ در حالت قرآن خواندن جلال و عظمت حق بر دل بگذراند
 یکے از حاضران سوال کرد این معنی ہماں تعلق بحق است کہ در مرتبہ اولی
 فرمودہ اند گفت کہ خیر آن بذات حق بود این بصفات حق است و اگر
 آن ہم میسر نشود باید کہ آنچه سے خواند معانی آن بر دل گذراند (فوائد القواد)
 یعنی قرآن حکیم پڑھتے وقت چاہتے کہ پڑھنے والے کا دل حق سبحانہ
 تعالے سے تعلق پیدا کرے اور اگر یہ حالت حاصل نہ ہو سکے تو
 چاہتے کہ قرآن حکیم پڑھتے وقت حضرت حق سبحانہ تعالے کا جلال اور
 عظمت اپنے دل میں بھٹائے۔

حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! یہ دوسری بات
 فہمی نہیں ہے جو پہلے فرمائی ہے؟

حضرت نے جواب دیا کہ نہیں پہلے ذات حق سبحانہ تعالے کا
 ذکر تھا اب صفات حق سبحانہ تعالے کا بیان ہے۔

پھر فرمایا کہ اگر یہ دوسری حالت بھی میسر نہ ہو تو پڑھنے والے
 کو چاہتے کہ جو کچھ پڑھے اس کا مطلب اپنے دل میں بھٹائے۔

(۸) خود قرآن حکیم فرماتا ہے کہ :-

(۱) اِنَّا نَزَّلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (سورہ یوسف: ۳)

یعنی ہم نے (تم عربوں کی خاطر) قرآن عربی زبان میں اتارا ہے تاکہ تم اسے

پڑھو۔ اور اس سے عقل سیکھو۔
ظاہر ہے کہ سمجھے بغیر عقل کس طرح سیکھی جاسکتی ہے؟

(ب) پھر ایک جگہ ارشاد ہے کہ
لَا تُقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ

(النساء: ۴۳)

(یعنی مدہوشی کی حالت میں نماز مت پڑھو بلکہ اس وقت پڑھو جب تم

اپنے منہ سے نکلنے والے الفاظ کا مفہوم سمجھنے کے قابل ہو جاؤ)

بے سمجھے پڑھنے سے روح | سمجھ کر پڑھنے کی اتنی تاکیدوں کے باوجود مسلمان صرف
انقلاب فنا ہو جاتی ہے | بے سمجھے پڑھنے کو کافی سمجھنے لگ گیا ہے یہ معلوم نہیں

کس زمانے میں مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کروا گیا کہ قرآن کا مطلب سمجھے بغیر
صرف شین قاف درست کر کے پڑھنے کا نام ترتیل ہے اور صرف یہی کافی
ہے۔ چنانچہ آج کر وڑوں مسلمان اس پر جے بیٹھے ہیں۔ خصوصاً اڑکیوں کی تعلیم

تو اسی پر ختم ہو جاتی ہے کہ انہیں ناظرہ پڑھا دیا جائے۔ باوجودیکہ ہر ایک
مسلمان کو قرآن حکیم سے اتنی محبت ہے کہ وہ اس پر اپنی جان تک دینے کو

تیار ہے۔ مگر ہمارے غفلت مآب استادوں نے ہماری ذہنیت کو تباہ کر دیا ہے
آج کلام الہی کو بے سمجھے پڑھنے کا مادہ جتنا مسلمانوں میں ہے کسی میں نہیں ہے۔

افسوس ہے کہ اس استعداد والی قوم یوں برباد ہو رہی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے
کہ اس میں سے انقلابی روح فنا ہو رہی ہے۔

انقلاب کے لئے رفتار کو سمجھانا ضروری ہے | حقیقت یہ ہے کہ کوئی انقلابی تحریک

اس وقت تک کامیاب ہو ہی نہیں سکتی جب تک اس کے ارکان اس تحریک کے اصولوں سے بخوبی واقف ہو کر انہیں اپنا نہ لیں۔ اور پھر اپنا سب کچھ ان پر قربان نہ کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس آیت میں قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۵) اِنَّا سَنُلْقِيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا [ہم تجھ پر ایک وزنی بات

ڈالنے والے ہیں]

قول ثقیل کے معنی | قرآن حکیم کی تعلیم دے کر انقلاب کے لئے تیار کرنا قول ثقیل — وزنی بات — ہے۔

انقلاب کسریٰ و قیصر کے خلاف | جس زمانے میں قرآن حکیم نازل ہوا قیصر روم اور کسریٰ ایران متمدن دنیا کے بیشتر حصوں پر قابض تھے۔ دنیا کی تاریخیں ان دونوں سلطنتوں کی عجائبیوں اور ظلموں سے بھری پڑی ہیں۔ یہ سلاطین اور ان کے امرا خود تودا و عیش دیتے تھے مگر انہوں نے اپنے ماتحت عوام میں فسادِ عظیم برپا کر رکھا تھا۔ ٹیکسوں کی وہ بھرمار کھتی کہ عوام میں سے کوئی شخص کھانے پینے اور ٹیکس ادا کرنے کے واسطے کمانے کے سوا اور کسی بات پر غور کرنے کے لئے ایک گھنٹہ بھی نہیں نکال کر سکتا تھا۔ قرآن حکیم ان دونوں پڑی شہنشاہیوں (Imperial Powers) کے خلاف انقلاب برپا کرنا چاہتا تھا۔ یہ آسان چیز نہ تھی۔

عرب کی حالت | اس مسئلے کا یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ علم اور صنعت و حرفت ان دونوں طاقتوں میں محصور ہو کر رہ گئے تھے۔ اس لئے خود ان طاقتوں کے واسطے

سے یہ انقلاب کس طرح لایا جاسکتا تھا؟ عرب کی علمی اور طبعی ترقی ایسی نہ تھی۔ کہ ان میں سے قبصر و کسریٰ کے مقابلے کے لئے لشکر تیار ہو سکتے اور عرب کی تنظیمی قابلیت اور صلاحیت صرف قریش میں تھی۔ اگر قریش حنیفی ملت کو قائم کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں جو ان کے ذہنوں کے بہت نزدیک تھی۔ تو انقلاب آسان ہو جاتے۔ لیکن قریش کا بالائی اور دو لہند طبقہ طبعاً قبصر و کسریٰ کی طرف مائل تھا۔ اور انہی کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ کیونکہ ان ملکوں کے ساتھ ان کے تجارتی تعلقات تھے پس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ کہ ایک ایسی مختصر جماعت تیار کریں جو قریش کے رجعت پسندوں پر غالب آجائے اور پھر عرب کے انقلابیوں کو ساتھ ملا کر قبصر و کسریٰ کے ملکوں میں انقلاب کی لہر دوڑائیں اور ان ملکوں کے انقلاب پسندوں کی مدد سے قبصریت اور کسریت کا خاتمہ کر دیں۔ اور یہی قرآن کا اصلی مقصد تھا۔ لیکن قریش کو ارتجاعی (Reactionary) عناصر سے پاک کر کے عرب کے متفرق قبائل کو انقلاب پر جمع کرنا اور ان کے واسطے سے قبصر و کسریٰ کے ممالک میں انقلاب برپا کرنا آسان کام نہ تھا۔ یہ ہے وہ قولِ تفصیل جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے اور جس کی تفصیل کسی اور جگہ اس آیت میں بیان کی گئی ہے کہ :-

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَاهِرَ
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (الصف: ٩)

(یعنی خداوند تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور

دین دے کر بھیجنا تاکہ اس دین کو دیکر تمام ادیان پر غالب رکھے۔ خواہ
 مشرک اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں؛
 (۴) اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأًا وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا۔
 (رات کا اٹھنا یقیناً بہت روندتا ہے۔ اور بات سیدھی نکلتی ہے)
 (مولانا محمود حسن شیخ الہند)

حضرت امام الائمہ شاہ ولی اللہ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں :-
 ہر آئینہ قیام شب زیادہ تراست در موافقت زبان بادل و درست تر
 است در تلفظ الفاظ (فتح الرحمان)
 (یعنی رات کا قیام دل اور زبان میں موافقت پیدا کرنے کے لحاظ سے
 زیادہ موزوں ہے اور الفاظ منہ سے نکالنے کے لئے بہت بہتر

جماعت خاصہ کے لئے (۵)
 رات کا وقت کیوں؟ رات کا وقت جماعت خاصہ (Special Class) کی تیاری
 کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ کیونکہ دن بھر کی مشقت کے بعد محنت کش اور
 نفس کش لوگ ہی خصوصیت سے جمع ہو سکتے ہیں۔ جو شخص رات کو قرآن حکیم
 سُننے آئے گا اسے اس کی طرف رغبت خاص ہوگی۔ اور اجتماع اور فکر سے
 روکنے والے امور پر غالب آنے پر قادر ہوگا۔ تبھی آئے گا اور ظاہر ہے کہ
 جس شخص میں نفس کشی کی نفسیاتی (Psychological) حالت پیدا ہو جائے گی
 وہ قرآن حکیم کا کام پوری ذمہ داری سے کرے گا۔
 آدمی شب بیدار اور نیند پر قابو رکھتا ہو تو وہ رات کو جب بازاری لین دین

اور گھر کی ضرورتوں اور تشویشوں سے نسبتاً فارغ ہوتا ہے۔ تو اچھی طرح سوچ سکتا ہے۔ اور اچھی طرح سوچتا ہے تو اچھی طرح بات بھی کر سکتا ہے۔ رات کو قرآن حکیم کے پڑھنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ شور و شغب کم ہونے کے باعث بات خوب سمجھی سمجھائی جاسکتی ہے۔

یہ تو ہوتی رات کی بات دن کا ذکر آگے آتا ہے۔

(۷) إِنَّ لَکَ فِی النَّہَارِ سَبْحًا طَوِيلًا (البتہ تیرے لئے دن میں لمبا

شغل ہے)

عوام سے ربط۔ دن میں انقلابِ عمومی کے لئے صرف رات کی خاص جانت
کی تعلیم کافی نہیں ہے۔ بلکہ عوام تک پہنچ ہونی اشد ضروری ہے۔ عوام سے
تعلق (Contact) پیدا کرنے کے لئے دن ہی کا وقت ہو سکتا ہے۔ جب ان سے
واسطہ پڑتا ہے۔



انقلاب کے بنیادی اصول

اقتلاب کے بنیادی اصول

(۸) (۱) وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ (اور اپنے رب کا نام یاد کر)

اسم سے مراد تجلی الہی امام الائمہ امام ولی اللہ و ملوئی کی حکمت میں اسم الہی

سے مراد تجلی الہی ہوتی ہے۔ اسم الہی کے یاد رکھنے سے مراد یہ ہے کہ خدا

تعالیٰ کے ساتھ اپنا فراموش شدہ تعلق یاد کرو۔ اسے اقتلاب بھی کہتے ہیں۔

انسان کا تعلق تجلی الہی قرآنی تحریک (The Quranic Movement) کو حقیقی

سے کیوں ضروری ہے؟ معنوں میں جامع اور صحیح معنوں میں انقلابی بنانے

کے لئے اور اسے نوع انسان کی مادی یعنی اقتصادی اور عقلی ریابالفاظ و دیگر

بہیمی اور ہلکی ضرورتوں کے پورا کرنے والی بنانے کے لئے اس تحریک کا تعلق

تجلی الہی سے قائم کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ انسان اپنی ساخت کے اعتبار

سے بہمیت (جوانیت) اور مالکیت (عقلیت) کا مجموعہ ہے اور ملکیت کا تعلق

براہ راست خداوند تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ جب یہ تجلی الہی انسانی ذہن میں جم جائیگی

تو ہر دم اس کی یاد رہے گی اور وہ زبانی ذکر بھی کرے گا۔ یہ زبانی ذکر حقیقت

میں اس اندرونی یاد کا عنوان ہو گا۔

قرآن کا "نظام نو" قرآن حکیم جو "نظام نو" پیدا کرنا چاہتا ہے اس کا مقصد

کیا ہے؟ وہ یہ بات انسانوں کے ذہن نشین کرنی چاہتا ہے کہ انسانوں

پر حکومت صرف اللہ کی ہو سکتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ فیضیت اور

کسرویت یعنی شہنشاہت (Imperialism) چند امراء کی حکومت (Oligarchy)

کو توڑ کر ان کی جگہ ایسی حکومت (State) پیدا کرنی چاہتا ہے جس کا مرکز اور محور قرآن ہی کا قانون الہی ہو۔ اور اس کے سوا وہ کسی اور قانون کے اتباع کو برداشت نہیں کرتا۔ کیونکہ شخصی، عائلی، قبائلی، شعوبی اور قومی قانون تک تو شاہنشاہان وضع کر سکیں لیکن بین الاقوامی قانون خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ وہی تمام اقوام کی ضرورتوں اور ذمہ داریوں کو جانتا ہے۔ جن کا جانشا کسی ایک انسان کے بس میں نہیں ہے۔ اور نہ کوئی جماعت یہ کام کر سکتی ہے پس اس قرآنی بین الاقوامی قانون کا نوع انسان میں قیام ضروری ہے تاکہ نوع انسان اپنی طبعی رفتار پر ترقی کرتی رہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تجلی الہی سے تعلق قائم کرنا ہر ایک فرد انسانی کے لئے ذاتی اور طبعی ضرورت ہے۔ اور کوئی اجتماع انسانی جس میں اس ضرورت کو نظر انداز کر دیا گیا ہو افراد کی ترقی کا کفیل نہیں ہو سکتا۔

رَبِّ) وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلاً؛ (اور سب پوری طرح کٹ کر صرف اسی کی

طرف ہو جا)

کام کرنے کے دو اصول | دنیا میں کام کرنے کے دو اصول اب تک چلے آتے ہیں :-

(۱) ماویٰ اسباب کے بھروسے پر کام کرنا۔

(۲) ماویٰ اسباب سے کام لینا۔ لیکن ان کو نتائج اور کامیابی میں موثر

بالذات نہ ماننا یعنی ان کو صرف آلات کی حیثیت دینا۔

قرآن حکیم کی انقلابی تعلیم کی خصوصیت | قرآن حکیم کی انقلابی تحریک میں کسی دوسری تحریک

کے مقابلے میں یہ خصوصیت ہے کہ یہ مادی اسباب سے کام لینا ضروری قرار دیتی ہے۔ لیکن — ان اسباب کو کامیابی کا کفیل نہیں سمجھتی۔

ماڈے کا ترقی یافتہ حصہ | حقیقت یہ ہے کہ کائنات محض مادے اور اس کی خاصیات کے مجموعے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ایسی قوتیں بھی موجود ہیں۔ جو مادے سے قدرے مختلف ہیں۔ چنانچہ امام ولی اللہ دہلوی کے فلسفے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کائنات میں ایسی چیزیں بھی ہیں جو غیر مادی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر اس عالم مادی سے علیحدہ چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ یہ مادی قوتیں ہی ترقی کر کے مثالی اور روحانی بن گئی ہیں۔ یہ غیر مادی چیزیں ہی حقیقت میں ان مادی اشیاء کی بنیاد ہیں۔ حکمیات جدیدہ (Modern Science) کا رُخ بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ سر آمد حکما، یورپ کے جیمز جیمز (James Jeans) کہتے ہیں کہ :-

"I incline to the idealistic theory that consciousness is fundamental and that material universe is derivative from consciousness, not consciousness from material."

”یعنی میں اس تخیلی نظریے کی طرف مائل ہوں۔ کہ شعور ذہنی بنیادی چیز ہے۔ اور مادی کائنات اس شعور ذہنی ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ شعور مادے سے پیدا ہوا ہو۔“

ایک جرمن حکیم ماکس پلانک (Max Planck) کہتا ہے کہ

"I regard consciousness as fundamental and regard matter derivative from consciousness."

”یعنی میں شعور ذہنی کو اصلی اور اساسی شے مانتا ہوں اور مادے کو اس سے نکلا ہوا سمجھتا ہوں۔“

عالم مثال | الغرض امام ولی اللہ اور ان کے اتباع غیر مادی مادے کو اس عالم مادی عالم شہادی ————— کی اصل مانتے ہیں۔ اور اسے عالم مثال (Non-material world) کی اصطلاح سے ظاہر کرتے ہیں۔ اس لئے قرآن حکیم کی انقلابی تحریک کے کارکن مادے کی ہستی اور اس کے خواص و افعال کو تسلیم کرتے ہوئے انہیں ایک غیر مادی اصل سے خارج شدہ مان کر اس غیر مادی اصل الاصل ————— خداوند تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جو اس مادی اور غیر مادی عالم سے ماوراء ہے۔ اور جو ان دونوں کی اصل ہے۔ یہی مطلب ہے اس آیت کا کہ مادی اسباب کو اپنا کفیل اور کارساز نہ سمجھو بلکہ خدا سے وعدہ لا مشرک کو اس ساری مادی اور غیر مادی ————— شہادی اور مثالی اور روحانی ————— کائنات کا خالق اور مالک مان کر اس پر اور صرف اس پر بھروسہ کر کے کام کرو۔

قرآنی اصول انقلاب کے عملی فائدے | اس کا عملی نتیجہ یہ نکلے گا کہ :-

- (۱) قرآنی انقلاب کے کارکن اپنے لئے مادی نفع جوئی نہ کریں گے۔ یعنی یہ انقلاب پیدا کر کے وہ اپنی ذات کے لئے کوئی مادی فائدہ (Material gain) حاصل نہیں کریں گے۔ بلکہ ان سے بالاتر رہ کر صرف رفاہ عامہ کے لئے کام کریں گے۔
- (۲) وہ ان مادی اسباب سے کام لیں گے جو انہیں حاصل ہوں لیکن ان پر بھروسہ نہ کریں گے۔ یعنی اپنے آپ کو ان مادی اسباب کے ساتھ اس طرح وابستہ نہ کریں گے۔

نہ کریں گے کہ جب تک مکمل اسباب حاصل نہ ہوں وہ کوئی کام ہی نہ کریں۔ بلکہ خدا پر بھروسہ رکھ کر کام شروع کر دیں گے اور یقین رکھیں گے۔ کہ جوں جوں ضرورت پڑتی جائے گی خداوند تعالیٰ ان کے لئے اسباب پیدا کرتا رہے گا۔

قرآن کے انقلابی نظریے کی ضرورت | انقلاب کے اس جدید نظریے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کا سبب یہ ہے کہ عالم اسباب کی تمام قوتیں جن کے بل بوتے پر انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔ ان انقلابیوں کو حاصل نہیں ہیں بلکہ وہ سب انکے مخالفین (قبصر و کسریٰ اور روسا، مکہ اور روسا، عرب) کے قبضے میں ہیں۔ اگر وہ اپنی کامیابی ان اسباب ظاہری سے وابستہ کر لیں تو وہ کبھی حرکت نہیں کر سکتے۔ اس لئے ان بے بس اور بے کس لوگوں کو سکھایا گیا کہ دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کے اسباب صرف مادیات ہی کی سرحد پر ختم نہیں ہو جاتے بلکہ حقیقی اور موثر اسباب مادی سرحدوں سے پرے واقع ہیں۔

اگر دنیا میں کامیابی کا آخری انحصار محض اور صرف اسباب مادی پر ہوتا تو جن قوموں کو یہ مادی اسباب کامل طور پر حاصل ہیں وہ کبھی نہ گرتیں اور محکوم اور غلام اقوام جو ان اسباب سے محروم ہوتی ہیں وہ کبھی ترقی نہ کر سکتیں۔ مگر چرچہ ہی ہوتی قوموں کا گرنا اور گری ہوتی قوموں کا اٹھنا ظاہر کرتا ہے کہ مادی اسباب کے علاوہ بعض غیر مادی اسباب بھی ہیں۔ جو قوموں کو گرانے اور اٹھانے میں اثر انداز ہو رہے ہیں۔ قرآن حکیم بنی اسرائیل کی گری ہوتی قوم کے متعلق کہتا ہے کہ:-

ان فرعون علا فی المرض وجعل اهلها شیعة لا یفیدون
 بقتلہم منہم ینبج ابناءہم ویسقی نساءہم وان کان

مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضِعُوا

فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَاهُمْ أَيْمَةً وَنَجْعَاحَهُمُ الْوَارِثِينَ (القصص: ۵۴)

یقیناً فرعون نے ملک میں بہت سرکشی کی اور اہل ملک میں نفاق ڈالکر

تقسیم کر دیا پھر وہ ان میں سے ہر ایک کو کمزور کرنے لگا۔ چنانچہ وہ ان کے

بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور لڑکیوں کو جیتی رکھتا تھا۔ یقیناً وہ بڑے مفسدین

میں سے تھا۔ اور ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جن کو ملک میں

ضعیف بنا دیا گیا تھا۔ اور ان کو لیدر بنا دیں اور ملک کے وارث بنا دیں۔

پس مادی اسباب سے کام لیتے ہوئے بھی خدا ہی پر بھروسہ کرنا ضروری ہے

جو ان مادی اسباب کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور عوام سے کسی قسم کی مادی اجرت

طلب کرنے کے خیال سے قطع نظر کر کے محض خدا کی خاطر کام کرنا اس قرآنی تحریک

کا طغرائے امتیاز ہے۔

اس تعلیم کے پیش نظر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفقاء

کو سکھایا کہ اگر جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ ہی سے مانگو۔ یعنی تمام

اسباب کو مان کر اور استعمال کر کے بھی ان سے بے تعلق رہو۔ اور کامیابی کا اٹھنا

ان مادی ذرائع کے بجائے ان کی اصل پر رکھو۔ قرآن مادی کے انکار نہیں کرتا بلکہ

نظر بلند کر کے اسرار حسنیٰ تک پہنچاتا ہے جو مادی کی اصل ہیں۔

عنه عن النبي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لَيْسَ أَلْحَدُ كَعَدُ

مَرَبِّهِ حَاجَتُهُ كَلَّمَا، حَتَّى لَيْسَ أَلْحَدُ كَعَدُ شَمْعِ نَعْلِهِ إِذَا نَقَطَعَ (المشکوٰۃ المصابیح)

ہر شخص اپنی ہر ایک حاجت اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرے، یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے

تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے۔

گری ہوئی قوموں، بے بس جماعتوں اور اسباب سے محروم لوگوں کو اٹھانے کے لئے اس بلند فکری سے بہتر اور کیا حوصلہ افزا تعلیم ہو سکتی ہے؟ ع

دارو ہے ضعیفوں کا لاغالب الّاھو

اب بتایا جائے گا کہ اس تحریک انقلاب کی کامیابی کے لئے بہترین خطہ

کونسا ہے۔

(۹) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ: [وہ مشرق اور مغرب کا پروردگار ہے]

انقلاب کی جولا نگاہ عرب | اس انقلابی تحریک کا حلقہ عمل حقیقت میں عرب نہیں ہے۔
کے مشرق و مغرب میں | وہ قریش کے خلاف عداوت اور قتال کی تحریک نہیں ہے۔

بلکہ یہ انقلاب حقیقت میں اس علاقے کے لئے ہے جو عرب کے مشرق اور

مغرب میں واقع ہے یعنی دراصل کسری ایران (مشرق) اور قیصر روم (مغرب) کو قرآن کے قانون کے ماتحت لا کر اس تحریک کو تمام دنیا میں پھیلانا مقصود ہے کیونکہ قیصر و کسری کے نظام انسانیت کے لئے برباد کن ہیں۔ ان نظاموں نے تمدن انسانیت کے ایک بہت بڑے حصے کو ایسی اقتصادی اور ذہنی غلامی میں مبتلا کر رکھا ہے کہ کسی انسان کو اپنی اصلی انسانی ضرورتوں پر غور کرنے کے وقت ہی نہیں ملتا مشرق اور مغرب کے ان علاقوں میں انقلاب برپا کر کے انسانیت کو آزاد کرنا ضروری ہے۔ اور عرب کو اس انقلاب کا ذریعہ بنایا جائے گا۔

یہ تحریک ایک خاص ذہنیت بھی چاہتی ہے۔ جو نہایت سرد علاقے میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ انقلابی تحریکیں اور مستقل اور پائدار تہذیبیں کمرہ زمین کے انتہائی شمالی اور انتہائی جنوبی علاقوں میں پیدا نہیں ہوتیں اور نہ وہاں ان

کے پینے کا سامان ہے بلکہ اس قسم کی تحریکیں ہمیشہ اس منطقے میں پیدا ہوتی رہی ہیں اور پیدا ہوتی رہیں گی جو شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔ شمالی علاقے کے تمدن غیر طبعی ہیں اس لئے دیرپا نہیں ہوتے۔

(ب) لَنْ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا: [اس کے سوا کوئی معبود

نہیں ہے، اسی کو اپنا کارساز مان

اس علاقے میں نہ کسریٰ کی حکومت رہنی چاہئے۔ نہ قیصر کی ”خدائی“ ان کی جگہ خدائے وحدہ لا شریک لہ، کا قانون جاری ہونا چاہئے۔ کیونکہ کائنات کا پروردگار یعنی ساری کائنات کو ایک خاص مجموعہ قوانین کے مطابق ترقی دینے والا وہی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جسے حضرت مسیح علیہ السلام ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں کہ :-

Thy Will be done on earth as in Heaven
(Math. 6: 10)

خدا کی مشیت گروہ زمین پر اسی جامعیت کے ساتھ پوری ہونی چاہئے جس

کابلیت کے ساتھ زمین سے باہر کی ساری کائنات میں پوری ہو رہی ہے)

قرآن کا منشا: مصنوعی | پس جس طرح خدا کا قانون تمام کائنات میں جاری ہے۔ اور
”خداؤں“ کا خاتمہ | کوئی اس میں شریک نہیں ہے۔ ایسے ہی اس کا قانون —

قرآن حکیم ————— انسانی معاشرے میں جاری کیا جاتے اور تمام مصنوعی

”خداؤں“ کی ”خدائی“ ختم کر دی جاتے اور بندگی صرف خدا کی کی جاتے یعنی

انسان اپنے آپ کو اپنے تمام اعمال و افعال اور خیالات میں خدا کے سامنے

جوابدہ سمجھے۔ اس میں لوگوں کے دکھاوے یا حاکم کے فیصلے کو کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ فیصلہ خود ہر ایک انسان کو اپنے دل کے اندر کرنا ہوگا۔ جب تک انسان کو یہ یقین نہ ہو جائے کہ میرا یہ کام خدا کے سامنے پیش ہوگا تو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اس وقت تک وہ اس کام کو اچھا نہ سمجھے یہ ہے خدا کی بندگی اس طرح جوابدہ سمجھنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی ساری نوع کی یکساں خدمت کر سکے گا۔ کیونکہ وہ حقیقت میں اپنے آپ کو خداوند تعالیٰ کی اس تجلی کے حوالے کر دے گا۔ جو انسانیت کے قلب پر پڑتی ہے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے تمام نوع انسان کی ہمدردی اور خدمت کرنی ہوگی۔ اس سورت میں قرآن کے انقلاب کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ ایسا انقلاب برپا کیا جائے جو انسان کے نوعی تقاضے پورے کرے کیونکہ کسی خاص خطے یا قوم کی ضرورتوں ہی کا کفیل ہو۔

جس موطن میں اعمال انسانی کے یہ فیصلے ہوتے ہیں اسے حَضْرَةُ الْقُدْسِ کہتے ہیں۔

یہ اصطلاح یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اس مقدس مقام میں تمام انبیاء اور اعلیٰ طاقتیں جمع ہوتی ہیں۔ ہر ایک چیز کا فیصلہ کرنے والی طاقت وہاں صرف تجلی الہی ہے۔ انسانیت کا نصب العین یہ ہے کہ اس مقدس مقام میں اپنے لئے جگہ حاصل کرے۔ یہ انبیاء کی انقلابی تحریک ہی کے نتیجے کے طور پر انسان کو مل سکتی ہے۔

(۱) وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاصْصِرْ صَبْرًا جَمِيلًا :-

[جو کچھ وہ کہ رہے ہیں اس پر صبر کر اور ان سے خوبصورتی کے ساتھ الگ ہو جا]۔

مخالفوں کی مخالفت پر صبر کرو | قریش جو پہلے قومی عربی انقلاب کا اور پھر بعد میں

عمومی بین الاقوامی انقلاب کا ذریعہ بنیں گے وہ اُمّی اور ان پڑھ ہیں۔ انہیں قرآنی انقلاب کا مقصد ذہن نشین نہیں ہوا۔ ان کو سمجھانے کے تمام طریقے ابھی استعمال کرنے ضروری ہیں۔ سب کو سمجھانے کا ایک ہی طریقہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہر شخص کو اس کی ذہنیت کے مطابق سمجھاؤ۔ ابھی ان سے لڑنے بھڑنے اور قتال کرنے کا وقت نہیں آیا۔ اور نہ تم اس کے لئے ابھی تیار ہو اس لئے ابھی مخالفت کرنے والوں کی باتوں پر صبر کرو۔ اور ایسی حالت پیدا نہ ہونے دو کہ وہ ہاتھ پائی پر اتر آئیں۔

تیاری سے پہلے اقدام مضر ہوتا ہے اگر تیاری سے پہلے اقدام کر دیا جائے تو انقلاب ناکام رہتا ہے چنانچہ ابتداء نبوت سے تین سال تک تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح رہے کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی جس کو اپنے مطلب کا دیکھتے اس سے بات چیت کر لیتے اور جو چند لوگ ہم فکر ہوتے وہ رات کو کسی جگہ جمع ہو جاتے اس طرح دعوت اور تیاری جاری رہی۔ اب بھی جس ملک میں قرآن حکیم کے اصولوں پر انقلاب پیدا کیا جائے گا۔ اسے پہلے اسی منزل میں سے گزرنا پڑیگا۔ یعنی ذہنی تیاری کی منزل میں سے جس میں لڑائی کی گنجائش نہیں ہے۔

یہ اس تیاری ہی کی برکت تھی کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قرآنی انقلاب کی تحریک متعدد ارتجاعوں (Reaction) میں سے گزرنے کے بعد اب تک زندہ ہے۔



سرما پیرپتوں سے باز پیرس

سرمایہ پرستوں سے باز پرس

(۱۱) وَذُرِّيَّتِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَثَلُكُمْ قَدِيدًا:

(مجھے اور ان جھٹلانے والے فارغ البال لوگوں کو چھوڑ دے اور انہیں

تھوڑی سی مہلت دے)

مُكَذِّبِينَ، کسریٰ و قیصر ہیں | 'المُكَذِّبِينَ' (جھٹلانے والے) سے مراد بین الاقوامی حلقے

میں کسریٰ و قیصر ہیں۔ اور قومی حلقے میں مجازاً قریش کے وہ سردار جو انکی راہ چلتے تھے اور جو ان ہی کی طرح انقلاب

کو بدداشت نہ کرتے تھے یہ لوگ اس انقلاب کے پروگرام (Revelutionary Programme)

کو نہیں مانتے۔

سرمایہ پرستوں سے باز پرس ہوگی | 'أُولِي النَّعْمَةِ' (فارغ البال) وہ لوگ ہیں جن کے پاس

انسانی ضروریات مثلاً کھانے پینے وغیرہ کا سامان وافر موجود ہے جو ان کی ضرورتوں

سے زیادہ ہے۔

اس قسم کے سرمایہ پرست مخالفین سے چند دنوں کے لئے اعراض کرو۔ اور

لڑائی سے بچو۔ یہاں تک کہ تمہاری تیاری مکمل ہو جاتے۔ اس کے بعد ان سے باز پرس

کی جائے گی۔ اس زندگی میں وہ جماعت ان سے باز پرس کرے گی جو قرآنی اصولوں پر

خدا کے حکم کے مطابق انقلاب برپا کرے گی۔ یہ دنیا میں خدا کی خلیفہ یعنی قائم مقام

ہے۔ وہ سری زندگی میں خداوند تعالیٰ کے براہ راست ان سے باز پرس کرے گا۔

حضرت مسیح کا ارشاد سرمایہ پرستوں کے بارے میں | یہ باز پرس تمام مذاہب کا مسئلہ اصول

ہے۔ چنانچہ مستی کی انجیل باب ۲۵ آیات ۳۱-۳۶ میں ہے کہ :-

”جب ابن آدم اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئینگے تو اس وقت وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا۔ اور سب قومیں اس کے سامنے جمع کی جائیں گی۔ اور وہ ایک کو دوسرے سے جدا کرے گا۔ جیسے چرواہا بھیرٹوں کو بکریوں سے جدا کرتا ہے۔ اور پھر بھیرٹوں کو اپنے دہنے اور بکریوں کو بائیں کھڑا کرے گا۔ اس وقت بادشاہ اپنے دہنی طرف والوں سے کہے گا۔ کہ آؤ میرے باپ کے مبارک لوگو! جو بادشاہت بنا۔ عالم کے وقت سے تمہارے لئے بنا دی گئی ہے اسے میراث میں لو۔ کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا۔ میں پر دسی تھا تم نے مجھے اپنے گھر میں اتارا، ننگا تھا، تم نے مجھے کپڑا پہنایا۔ بیمار تھا، تم نے میری خبر لی۔ قید میں تھا، تم میرے پاس آئے۔ تب راستباز جواب میں اس سے کہیں گے۔ اے خداوند! ہم نے کب تجھے بھوکا دیکھ کر کھانا کھلایا۔ یا پیاسا دیکھ کر پانی پلایا؟ ہم نے کب تجھے پر دسی دیکھ کر گھر میں اتارا یا ننگا دیکھ کر کپڑا پہنایا؟ ہم کب تجھے بیمار یا قید میں دیکھ کر تیرے پاس آئے؟ بادشاہ جواب میں ان سے کہے گا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں چونکہ تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ کیا۔ اس لئے میرے ساتھ پھر وہ بائیں طرف والوں سے کہے گا۔ اے ملعونو! میرے سامنے سے اس ہمیشہ کی آگ میں چلے جاؤ۔ جو ابلیس اور اس کے فرشتوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہ پلایا۔

پر دیسی تھا تم نے مجھے گھر میں نہ اُتارا، ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا نہ پہنایا،
 بیمار اور قیدی تھا، تم نے میری خبر نہ لی۔ تب وہ جواب میں کہیں گے۔ اے
 خداوند ہم نے کب تجھے بھوکا پیاسا، یا پروسی یا ننگا یا بیمار یا قیدی میں
 دیکھ کر تیری خدمت نہ کی؟ اس وقت وہ ان سے کہے گا۔ میں تم سے سچ کہتا
 ہوں چونکہ تم نے ان سب سے چھوٹوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ نہ
 کیا۔ اس لئے میرے ساتھ نہ کیا۔ اور یہ ہمیشہ کی سزا پائیں گے مگر راستیاً
 ہمیشہ کی زندگی۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان | انہی معنوں میں ایک روایت مشکوٰۃ شریف میں
 بھی ہے:-

وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ان اللہ تعالیٰ یقول یوم القیامۃ: "یا ابن آدم! مرضت
 فلم تعدنی" قال "یا رب کیف اعدتک وانت رب
 العالمین؟" قال: "اما علمت ان عبدی فلان امرض
 فلم تعد؟" اما علمت انک لو عدتہ لوجدتہ عندی؟
 "یا ابن آدم! استطعتک فلم تطعمنی" قال: "یا رب
 کیف اطعمتک وانت رب العالمین؟" قال: "اما
 علمت انہ استطعمک عبدی فلان فلم تطعمہ، اما
 علمت انک لو اطعمتہ لوجدتہ عندی؟"
 "یا ابن آدم! استسقیتک فلم تسقنی" قال:

”یا سرب اکیف اسقیث وانت سرب الغامین؟“
 قال: ”استسقاک عبدی فلان فلم تسقه- اما
 انک لو سقیته وجدت ذلک عندی؟“

(یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت
 کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ابن آدم! میں بیمار ہو گیا لیکن تو نے
 میری خبر تک نہ لی؟ انسان کہے گا اے میرے پروردگار! تو تو ساری اقوام
 کا رب ہے۔ تیری خبر گیری میں کس طرح کرتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا
 تجھے خبر نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا لیکن تو نے اس کی عیادت نہ کی اگر تو
 اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا!

اے ابن آدم میں نے بھوک میں تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے مجھے کھانے
 کو کچھ نہ دیا۔ انسان کہے گا یا اللہ تو ساری دنیا کا پروردگار ہے تجھے
 کھانا کس طرح دیتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھے خبر نہیں کہ میرے فلاں
 بندے نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے نہ دیا۔ اگر تو اسے کھانا دیتا تو
 تو اسے میرے پاس پاتا۔

اے ابن آدم! میں نے پیاسا ہو کر تجھ سے پانی مانگا لیکن تو نے
 مجھے پانی نہ دیا۔ انسان کہے گا کہ یا اللہ تو تمام اقوام عالم کا پروردگار
 ہے۔ تجھے پانی کس طرح دیتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے فلاں بندے
 نے تجھ سے پانی مانگا تو تو نے اسے دیا نہیں۔ تجھے خبر نہیں کہ اگر تو اسے
 پانی دے دیتا تو اسے میرے پاس پاتا۔“

الغرض قیامت کے دن قوموں کا فیصلہ اسی مسئلے پر ہوگا کہ انہوں نے مسکینوں اور بیکیوں کو کھانا اور کپڑا لیا یا نہیں۔

باز پرس کیوں ہوگی؟ امام الائمہ امام ولی اللہ نے اپنے ایک رسالے ”سطعات“ میں اس امر کی تشریح کی ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ کی تخلیقات میں سے ایک تجلی تجلی اعظم کہلاتی ہے جو ساری کائنات پر اثر انداز ہے۔ اس کا ایک عکس یا نازل تجلی عرش کہلاتی ہے جس کے نیچے ہر ایک نوع حیوانات کا ایک نمونہ موجود ہے۔ ان میں ایک نمونہ نوع انسان کا بھی ہے۔ اسے امام نوع انسانی یا انسان کبیر کہا جاتا ہے۔ اس انسان کبیر کے نمونے ہی پر تمام انسان اس دنیا میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور انسان صغیر کہلاتے ہیں۔ اس انسان کبیر کی جو روح ہے وہ تمام افراد انسانی کی روح ہے۔ اس انسان کبیر کے قلب پر عرش کی تجلی کا عکس پڑتا ہے۔ یہ گویا تجلی اعظم کا تیسرے درجے کا نازل عکس ہے۔ یا یوں کہو کہ ذات خداوندی کی ایک نازل تجلی ہے یہ تجلی حشر میں ہر ایک فرد انسانی سے مخاطب ہوگی۔ تو گویا حقیقت میں انسانیت ہر ایک فرد سے مخاطب ہو کر ان سے باز پرس کرے گی۔ اس سے ظاہر ہے کہ قیامت کے روز انسانی افراد اور انسانی جماعتوں کا فیصلہ مجموع انسانی (Humanity as a whole) کے تقاضوں کے مطابق ہوگا۔ جو فرد انسان کبیر یا انسانیت جامع کے طبعی تقاضوں کے جتنا قریب ہوگا یعنی ان کو جتنا زیادہ پورا کرنے والا ہوگا۔ اتنا ہی نیک یا صالح قرار دیا جائے گا۔ افراد انسانی اور انسان کبیر کا تعلق اس کی مثال ایسی ہے جیسے جسم انسانی کے

خلیات (Cells) کہ ان میں سے بہترین ——— صحیح ترین ———
 خلیہ وہ ہے جو سارے بدن انسانی کے طبعی تقاضوں کو پورا کرنے میں
 زیادہ سے زیادہ مدد دیتا ہے۔ اور دوسرے خلیات کے ساتھ مل کر بہترین
 مصالحت (Harmony) کے ساتھ کام کرتا ہے۔ جو خلیہ اس طرح کام
 نہیں کرتا وہ بیمار ——— غیر صالح ——— ہے۔ وہ خلیہ جسم انسانی کی
 خدمت کرنے سے بلسان حال ”منکر“ ہے یعنی ”کافر“ ہے اس خلیے سے
 ”باز پرس“ ہوگی اور اس کی اصلاح کے لئے اس کا علاج کیا جائے گا۔

اسی طرح ہر فرد انسانی کی صلاحیت کا امتحان اس نقطہ نگاہ سے ہوگا۔
 کہ اس کے دیگر افراد انسانی کے ساتھ مل کر کہاں تک مناسبت (Harmony)
 پیدا کی۔ جو انسان کبیر کی صحت کے لئے ضروری ہے۔ اگر کسی فرد کے بدن میں
 کچھ اجزا خراب یا ناقص ہوں گے تو اس کی اصلاح کے لئے اسے جہنم کے
 ”شفاخانے“ میں جانا ہوگا۔

اب فرض کیجئے کہ ایک انسان کے پاس خوراک کا ذخیرہ اس کی ضرورتوں
 سے زیادہ ہے۔ تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے بدن انسانی کے خلیے میں خون

میں انسانی جسم ——— بلکہ ہر ایک جاندار جسم ——— چھوٹے چھوٹے خانوں یعنی
 خلیات (Cells) سے مرکب ہے۔ جن میں سے ایک کی شکل صفحہ ۱۰۰ پر دیکھیں۔ ایک
 خلیہ یا خانہ ایک $\frac{1}{300}$ حصہ ہوتا ہے۔ اس کے بیچ میں مرکزہ (Nucleus) ہوتا
 ہے۔ اور اس کے گرد مادہ حیات (Protoplasm) بھرا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ ایک
 چار دیواری (Cell-wall) میں بند ہوتا ہے۔ یہ پھٹ کر برطقتا ہے۔

آتا ہے۔ اگر وہ فرد انسانی اس ذخیرہ خوراک میں سے اپنی ضرورت کے بقدر لے کر
 دیگر افراد انسانی کو بھی اس میں سے ان کی ضرورت کے مطابق پہنچا دیتا ہے۔ تو
 اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے تندرست خلیہ خون کو دوسرے خلیات کی طرف
 منتقل کرتا رہتا ہے۔ یہ اس کا وظیفہ (Function) ہے اگر وہ فرد انسانی خوراک جمع
 کر رکھے تو وہ ایسا ہی جیسے خلیے میں خون "جمع" ہو جائے۔ تو جیسے اس
 صورت میں کہا جائے گا کہ خلیہ بیمار ہے۔ مثلاً اسے سو جن ہو گئی ہے۔ ایسے
 فرد انسانی کو بھی غیر صالح — تندرست، اخلاقی بیمار — قرار
 دیا جائے گا۔ اور انسانیت (امام نوع انسان) کے قلب پر جو تجلی الہی پڑتی
 ہے وہ اس سے باز پرس کرے گی۔

صالحیت کا معیار | الغرض اس دنیا کی زندگی میں فرد کی صالحیت موقوف ہے اس
 مسابین کی خدمت ہے | بات پر کہ وہ دوسرے کمزور اور مسکین افراد کی کھانے پینے
 اور کپڑے لٹے سے کتنی مدد کی۔ اس دنیا کی زندگی میں انقلابی جماعت کی طرف
 سے جو انسان کبیر یا انسانیت عامہ کی نمائندگی کرتی ہے۔ اور اس دنیا میں
 انسان کبیر کے قلب پر پڑنے والی تجلی الہی کی طرف سے گویا براہ راست خداوند
 تعالیٰ کی طرف سے باز پرس ہوگی۔ یہ انقلابی جماعت ان انسانیت فراموش افراد
 سے اس وقت باز پرس کرے گی جب وہ اپنی مرکزی طاقت مضبوط کر لے گی۔

(۱۲) إِنَّ لَدُنَّيْنَا نَكَالُوا بِحَيْمَانِ (۱۳) وَطَعَامًا إِذْ أَخَصَّتْ وَ

عَذَابًا أَلِيمًا (۱۴) يَوْمَ تَوَجَّهَ الْأَرْضُ الْجِبَالُ كَالْعِهَابِ

كثيبًا حصيدًا: (بیشک ہمارے پاس بیڑیاں، تیراگ، گلے میں

اٹکنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے جب زمین اور پہاڑ کا پینے لگیں گے اور

پہاڑ پھسلنی ریت کے ٹیلے بن کر رہ جائیں گے)

ان آیات میں آنے والے بہت بڑے خوفناک واقعے کا ذکر ہے۔ اور

اس میں ”مکذبین“ کے لئے جن کا اوپر ذکر آیا ہے ایک بہت بڑا ڈراوا ہے۔

انقلاب اور قیامت | امام ولی اللہ کی حکمت کے مطابق ان آیات میں آنے والی

بڑی قیامت کے علاوہ چھوٹی دنیاوی قیامت — انقلاب عمومی —

کی طرف بھی اشارہ ہے۔

قرآن درحقیقت آنے والے انقلاب سے ڈرانا چاہتا ہے: اس کے

لئے وہ قیامت کبریٰ کے واقعات کو جو تمام اقوام میں مسلمہ طور پر معلوم ہیں عنوان

بناتا ہے۔ اگر قرآن حکیم محض عربوں کے لئے نازل ہوتا تو وہ عرب کی گزشتہ

تاریخ کے واقعات مثلاً عاد و ثمود کی تاریخ کی طرف اشارہ کرنا کافی سمجھتا۔ مگر

یہ عالمگیر واقعات لیکر آیا ہے۔ اس لئے اسے ان عالمگیر واقعات کے نہ ماننے والوں کی عبرت لینی

کے لئے مسلمہ عالمگیر حوادث ہی کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔ اس لئے قرآن حکیم نے ان آیات

میں انقلاب عمومی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے قیامت کے عالمگیر حادثے کو ذریعہ بنایا ہے۔

کھانے پینے کے نظام کی اہمیت اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی اصلاح

کے پروگرام میں کھانے پینے کے نظام کو پوری اہمیت دینی چاہئے اور اس بات کا

خاص خیال رکھنا چاہئے۔ کہ کوئی شخص اس کے ہمسائے میں بھوکا نہ سوئے۔

جب اس اصول پر اصلاح شروع کی جائے گی تو اسے اپنے زمین و آسمان

بدلے ہوئے نظر آئیں گے۔ وہ اس گھر میں آرام سے نہ رہ سکے گا جس میں وہ اب

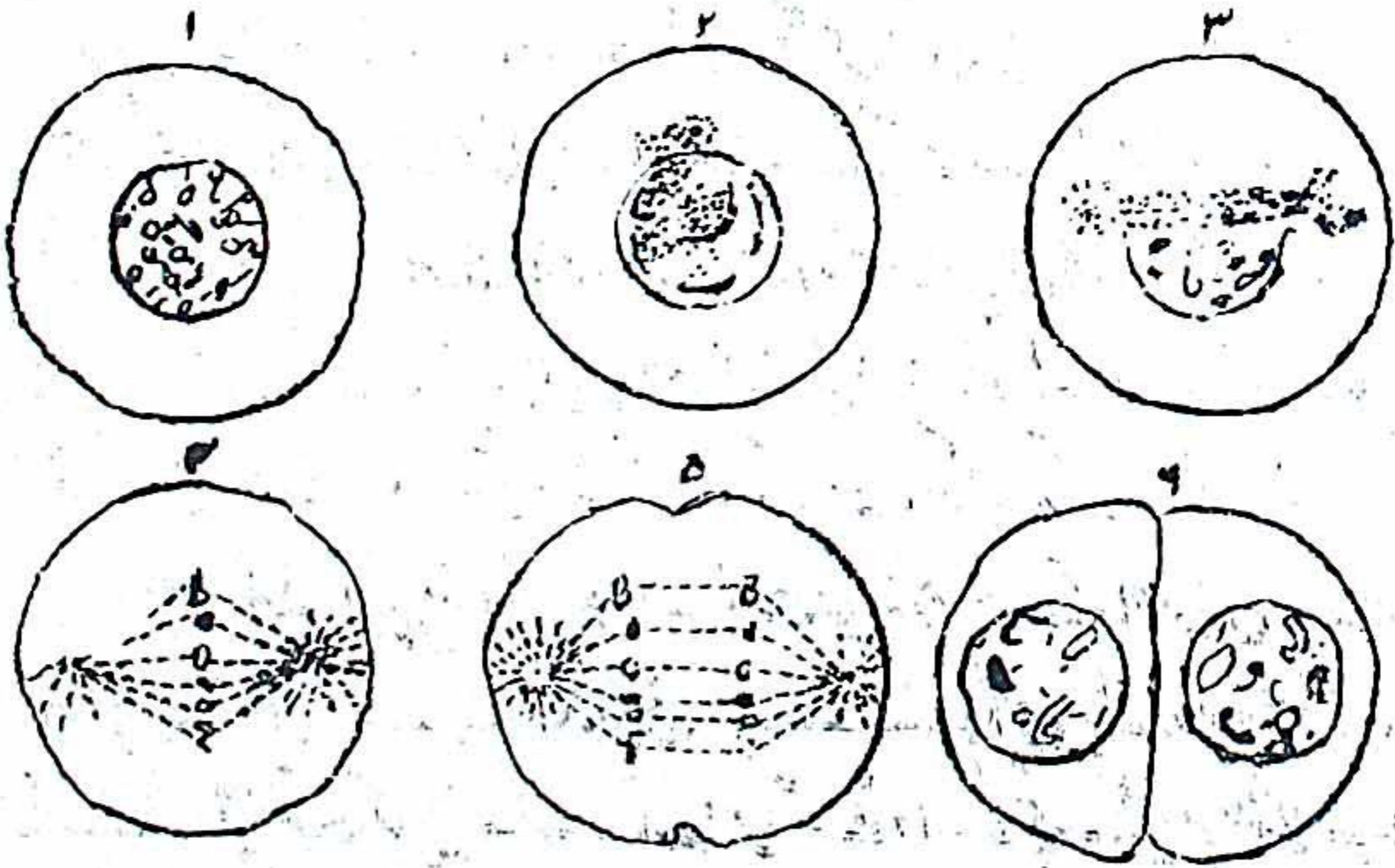
تک ظالمانہ انداز سے رہتا تھا وہ اس شہر میں نہ رہ سکے گا اور اس ملک میں نہ رہ سکے گا جس میں انسانیت پر ظلم ہو رہا ہو۔

فارغ البال ظالم لوگوں کی سزا | جب کسی قانون کا کوئی باغی پکڑا ہوا آتا ہے تو اسے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر قید خانے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اسے وہاں بدترین غذا ملتی ہے۔ اور تمام راحتوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح انسانیت کے دشمن کو بیڑیوں میں کس کر پہلے دنیاوی قید خانے میں ڈالا جاتے گا۔ اور یہاں سے مر کر نکلے ہی وہ جہنم کے قید خانے میں ڈال دیا جائیگا چونکہ وہ غریبوں اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتا تھا۔ اس لئے اسے دنیاوی جیل میں اور اس کے بعد آخروی جیل (جہنم) میں ایسا کھانا دیا جائیگا جسے وہ کھانہ سکے گا۔ اور جس طرح مساکین اسے دیکھ دیکھ ترستے تھے اب وہ کھانے کو ترسے گا۔ البتہ دنیاوی عذاب کا قاعدہ انشا عام اور ہمہ گیر نہیں جتنا آخروی زندگی کے عذاب کا ہے۔ کیونکہ جو شخص انقلابی جماعت کی کامیابی سے پہلے مر گیا وہ اس کے ہاتھوں سزا پانے سے بچ جاتے گا۔ جو لوگ ان ایام انقلاب کی پوری سزا سے بچ گئے ان کے لئے آخری باز پرس کا دن مقرر کیا گیا ہے۔ اس روز سب کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔ اس روز خداوند تعالیٰ لوگوں کے ساتھ انصاف کرنے کے سوا اور کچھ نہ کرے گا۔

پس کھاتے پیتے لوگ جو انسانیت کی خدمت کے اصولوں سے انکار کرتے ہیں ————— مُکذَّبِینَ ————— وہ اُس بڑے یوم انقلاب ————— قیامتِ کبریٰ ————— اور اس آنے والے چھوٹے یوم انقلاب

— قیامت صغریٰ سے ڈریں اور ان کے پاس جو نعمت الہی ہے
 اُس میں سے ان کو بھی بقدر ضرورت دیں جو اس سے محروم ہیں۔
 فائدہ ۵۔ ایک شخص غلطی کرتا ہے۔ اس پر گرفت کا موقعہ آچکا ہے
 مگر اس نے دوسری جماعت میں مل کر ایک اچھا کام بھی کیلئے ہے۔ اب
 یہ جماعتی اچھا کام اگر اس غلطی کو معاف نہیں کر سکتا تو اسے مؤخر
 ضرور کر دے گا۔ اس اصول پر انسانوں کا فیصلہ آگے پیچھے ہو سکتا ہے۔
 مگر کوئی جرم بغیر بدلے کے نہیں رہ سکتا۔ اور جب اس جرم کی سزا
 پوری ہو جاتے گی جو ہمیشہ محدود ہوگی، تو اسی وقت سے وہ نجات
 پا جائے گا۔

شکل متعلقہ صفحہ ۹۴



انقب سلاکی منزل اول

قوری انقب لایب

انقلاب کی منزلِ اول

قومی انقلاب

قومی انقلاب کی دعوت | (۱۵) اِنَّا اَسْرَسَلْنَا اِلَيْكَ رَسُوْلًا مِّنْ اَشْهَادٍ عَلَيْنٰكُمْ
 كَمَا اَسْرَسَلْنَا اِلَى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا: (ہم نے تم عربوں کی طرف
 اسی طرح نگرانی کرنے والا رسول بھیجا ہے جس طرح فرعون کی طرف ایک
 رسول بھیجا تھا)

بین الاقوامی انقلاب کے چند اصول بیان کرنے کے بعد ان کو قومی
 انقلاب میں استعمال کرنے کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ یہ قومی انقلاب آگے
 چل کر بین الاقوامی انقلاب کی شکل اختیار کرے گا۔ اور قومی انقلاب لائیبوالی
 جماعت ہی اس بین الاقوامی انقلاب کی مجلسِ عاملہ (ورکننگ کمیٹی
 Working Committee) بن جائے گی۔

نبی اکرم صلعم کی دو حیثیتیں | حضرت امام الائمہ امام ولی اللہ دہلوی کے نزدیک
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ عرب کے لئے
 قومی نبی ہیں تاکہ اہل عرب کے اخلاق و عادات کی اصلاح کریں اور ان میں
 قانون الہی جاری کریں۔ دوسری یہ کہ آپ تمام اقوام عالم کے لئے نبی بنا کر بھیجے
 گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام فرماتے ہیں کہ:-

وهذا الامام الذي يجمع الوام على ملة واحدة يحتاج
 الى اصول باخرى غير الاصول المذكوورة فيها سبق، منها

ان یدعو قوماً الی السنۃ الرشیدۃ ویزکیہم ویصلح شأ^{نہم}
ثم یتخذہم بمنزلۃ جوارحہ فیجاہد اہل الارض
ویفرقہم فی الآفاق وقولہ تعالیٰ: (کنتم خیر امۃ
اخرجت للناس) وذلك لان هذا الامام نفسه
لا یتأتی منه مجاہدۃ اہم غیر محصورۃ واذ کان كذلك
وجب ان تكون مادۃ شریعتہ ما هو بمنزلۃ المذہب
الطبیعی و اهل الاقالیم الصالحۃ عربہم و عجمہم ثم
ما عند قومہ من العلم والورثاقت وبراعی فیہ
حاکمہ اکثر من غیرہم (حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۱۱۸)

اس بین الاقوامی دعوت دینے والے نبی کی کامیابی کے اصول ان اصولوں
سے مختلف ہوں گے۔ جو ایک امام صرف اپنی قوم کے اندر دعوت کے
لئے استعمال کرتا ہے۔ ان میں سے ایک اصول یہ ہے کہ یہ بین الاقوامی
امام اپنی قوم کو صحیح سنت کی دعوت دیگا۔ اور انہیں پاک کریگا۔ اور ان کی
حالت درست کر کے ان کو اپنا آئہ کار بنائے گا وہ ان کی مدد سے باقی
اقوام عالم سے لڑے گا۔ اور ان کو چاروں طرف اپنی دعوت کا پیام دیکر
بھیج دے گا۔ چنانچہ قرآن حکیم کی آیت کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ
لِلنَّاسِ (تم امت عربیہ کا بہترین طبقہ ہو جو تمام دنیا کے لوگوں کے
لئے پیدا کئے گئے ہو) اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ امام تنہا بنفس نفس لاتعد
اقوام کے ساتھ لڑ بھڑ نہیں سکتا۔ چونکہ صورت حال یہ بن جاتی ہے

اس لئے ضروری ہے کہ اس کے قانون شریعت کا جوہر تمام اقوام کے لئے
خواہ وہ عرب ہوں غیر عرب جو اچھی آب و ہوا کے خطوں میں رہتی ہیں۔
بمنزله مذہب طبیعی ہو۔ بایں ہمہ اس امام کی قوم کے علوم و ارتقاعات
کا دیگر اقوام کی بہ نسبت اس تعلیم میں زیادہ خیال رکھا گیا ہو)

پس بین الاقوامی دعوت دینے والا امام اپنا کام بین الاقوامی دعوت
سے شروع نہیں کرے گا۔ بلکہ سب سے پہلے اپنی قوم کے صالح عناصر کو جمع
کر کے قومی انقلاب برپا کرے گا اور پھر اس قومی انقلاب کی مجلس عاملہ (جو امرحدہ)
دوسری اقوام میں کام کرے گی اور ان کے اندر انقلاب برپا کرے گی۔
حضرت موسیٰ کی مثال | حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شاندار بین الاقوامی
کامیابی اسی اصول طبعی کی پابندی کی رہین منت ہے۔ یہ اصول اس سے پہلے
بھی برتنے کی کوشش کی گئی تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
فرعون کے بین الاقوامی مرکزیت کو توڑنے کے لئے اسی حربے سے کام لیا۔
جب خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دعوت حنیفی کی ریاست
سپردی (جو بین الاقوامی دعوت ہے) تو ان کو اور ان کے رفیق کار حضرت
ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ :-

فَاتَّبِعْهُ فَقَوْلًا إِنَّا سُرُّوْنَا بِكَ فَارْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ
وَلَا تُعَدِّ جُحُودًا قَدْ جُنَّكَ بِأَيَّةٍ مِّنْ نَّبِيِّكَ وَالسَّلَامُ مِّنْ
اتَّبِعِ الْهُدَى (طہ: ۴۷)

(یعنی دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم تیرے پروردگار

کے پیامبر ہیں۔ اس لئے بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔ اور ان کو عذاب مت دے۔ ہم تیرے پاس تیرے رب کی کھلی کھلی نشانیاں لے کر آتے ہیں۔ اب جو ہدایت کی پیروی کرے گا وہی سلامت رہ سکتا

(۱۰۴)

چنانچہ خدا کے دونوں پیامبر فرعون کے پاس جاتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بطور نمائندہ گفتگو کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ :-

قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَاتٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَمْرِ بِيْلَ بَنِي إِسْرَائِيلَ
 (الاعراف: ۱۰۵) (میں یقیناً تمہارے رب کی طرف سے کھلی کھلی
 نشانیاں لے کر آ گیا ہوں۔ اس لئے اب بنی اسرائیل کو میرے ساتھ روانہ

کر دو)

بالکل ایسے ہی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قریش اور عرب میں بین الاقوامی کام کو قومی رنگ میں کرنا شروع کیا اور ان مظالم سے پاک کرنے کی کوشش کی جو وہ انسانیت پر کر رہے تھے۔ اور ان کو تعلق باللہ کا وہ سبق یاد دلایا جو وہ بھول چکے تھے۔

(۱۶) فَصَلِّ فِرْعَوْنَ السُّؤْلَ فَاخْذُ نَهْ اَخْذُ اَوْبَابِكُمْ (فرعون)

نے اس پیامبر کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اسے دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا)

فرعونی ملوکیت کا خاتمہ | فرعون کی ملوکیت بنی اسرائیل اور سب مصریوں سے ناجائز انتفاع (Exploitation) کر رہی تھی۔ اُس نے ان کو غلامی کی انتہائی ذلت میں مبتلا کر رکھا تھا۔ ان سے اتنی محنت و مشقت لی جاتی تھی کہ ان کو بیویوں اور

گدھوں کی طرح تمام گھر بلیو کاموں کے لئے استعمال کیا جانے لگا تھا ہر مصر
(Pyramids) جیسی عظیم الشان عمارتیں جن کی تعمیر میں لاکھوں من پتھر کی اسلیں لگی
ہیں سب مصریوں کے ہاتھوں بنوائی گئیں۔

جب حکمران طبقہ اپنی قوم کو یوں ذلیل بناتے تو اُسے کیوں زندہ رہنا
چاہتے؟ وہ تو اپنی قوم کو آدمی ہی نہیں مانتے بنی اسرائیل کی ان کے ہاں کیا قیمت
ہو سکتی ہے؟ چنانچہ فرعون نے بھی بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ کے ساتھ جانے
دینے سے انکار کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
بنی اسرائیل کو آزادی کے پروگرام پر منظم کر لیا اور ان کو مصر سے نکال لے گئے۔
اب خداوند تعالیٰ نے بھی بنی اسرائیل کی خاص مدد فرمائی۔ اور ان کے دشمنوں
کو ان کی آنکھوں کے سامنے برباد کر دیا۔

چھٹی صدی عیسوی کے فرعون: اسی طرح چھٹی صدی عیسوی کے فرعون (Pharoas)
کسرتے اور قیصر | کسریٰ ایران اور قیصر روم کے لئے
ایک نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم آیا جس نے ان کو دعوت دی کہ وہ اسلام کا قانون
قرآن حکیم قبول کر کے اسے رائج کریں اگر وہ اس قانون کو رائج نہ
کریں گے تو کسانوں پر جو ظلم وہ کر رہے ہیں اس کے وہ ذمہ دار ہوں گے چنانچہ
قیصر روم کو جو خط لکھا گیا اس میں یہ الفاظ خاص ہیں :-

انی ادعوتك بداعية الاسلام، اسلمت سلم يؤتيك الله

اجر لك من تين فان توليت فان عليك اثم اليريسين

(الصحيح البخاري باب بدع الموحى)

دین تم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر اسے مان لو گے تو دنیا میں بھی بچ رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا وگنا اجر بھی دیگا۔ اگر تم نے اس دعوت کو قبول نہ کیا تو تمہارے کسانوں پر جو مظالم ہو رہے اور وہ اپنی جہالت کے باعث جو غلطیاں کر رہے ہیں ان کے تم ذمہ دار ہو گے)

اس خط سے ظاہر ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انسان دوستی مشروع ہی سے ملوکیت پرستوں کے جوئے تلے دبے ہوئے لوگوں خصوصاً کسانوں کے ساتھ تھی کیونکہ ان ممالک کی غالب آبادی ان کسانوں وغیرہ ہی پر مشتمل تھی چنانچہ امام الاممہ امیر المومنین علیؑ نے حجۃ اللہ البالغہ (ص ۱۰۵) میں اس طبقے کی زبوں حالی کا جو نقشہ کھینچا ہے، وہ نہایت عبرت انگیز ہے کسریٰ و قیصر نے یہ دعوت قبول نہ کی نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح فرعون کو دنیا میں سزا دی گئی اسی طرح یہ دونوں سلطنتیں صفحہ ہستی سے مٹا دی گئیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح ثابت ہوا۔ کہ ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ و ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ (کسریٰ و قیصر ہلاک کر دئے جائیں گے اور ان کے بعد ان کا کوئی جانشین نہیں ہوگا)

یہ تھانہ بین الاقوامی انقلاب جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے ذریعے سے پیدا کیا۔ اور جس کا فائدہ تمام کمزور جماعتوں کو پہنچا۔

(۱۶) فَكَيْفَ تَقْفُونَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا

(۱۸) (۱) السَّمَاءُ مُنْقَطِرَةٌ: (تم کس طرح بچ سکو گے اگر تم

نے انکار کیا اس دن کا جو بچوں کو بوڑھا کر دیگا۔ اور جس سے آسمان پھاڑا

جاتے گا

وہ یوم انقلاب آنے والا ہے اور جس طرح قیامت کبریٰ کا عذاب ایسا خوفناک ہوگا کہ نیچے بوڑھے ہو جائیں گے اور آسمان پھٹ جائیں گے۔ اسی طرح چھوٹے پیمانے پر آنے والے ایام انقلاب میں تمام مخالفین کو سخت سزا دی جاتی گی۔ اس یوم انقلاب کے لانے کے لئے خدائے قدیر اور مدبر السموات والارض تدابیر کر رہا ہے۔ اگر اسے قریب تر لانے کے لئے آسمانی قوتوں کو پھار پھار یا بقول حضرت مسیحؑ "ہلانا" پڑے گا تو وہ بھی کر ڈالے گا۔

انقلاب کے لئے تدبیر الہی کے انہی اصول کار کی تشریح کرتے ہوئے امام تدبیر الہی کے طریقے ولی اللہ فرماتے ہیں کہ :-

وإذا تهيأت أسباب هذا الشر اقتضت رحمة الله
بعباده ولطف بهم وعموم قدرته على الكل وشمول
علمه بالكل ان يتصرف في تدابير القوى والامور
الحاملة لها بالقبض والبسط والاحالة والاحكام حتى
تفضي تلك الجملة الى الامر المطلوب. یعنی جب عارضی قباحت کے
اسباب جمع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مہربانی تقاضا
کرتی ہے کہ اس عارضی قباحت کو دور کر کے مصلحت عامہ کے مطابق حالت
پیدا کر دی جائے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے مشکل نہیں ہے۔ اس لئے
کہ وہ ہر چیز پر براہ راست قادر ہے۔ اور کائنات کے ذرے ذرے

کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ اس غرض کے لئے وہ مخلوقات اور ان کی قوتوں میں تصرف کرتا ہے۔ اس کے تمام تصرفات چار قسموں میں منقسم ہو جاتے ہیں :-

(۱) قبض (یعنی جو قوتیں مصلحت کلیہ کے خلاف ہوں ان کی قوت عاملہ روک دی جاتی ہے)

(۲) بسط (یعنی جو قوتیں مصلحت کلیہ کے لئے مفید ہوں مگر کمزور ہوں ان کو قویٰ مثالیبہ سے مدد پہنچا کر طاقتور بنا دیتا ہے)

(۳) احالہ (یعنی مصلحت کلیہ کے قیام کی غرض سے اگر ضرورت پڑے تو ایک عنصر کو دوسرے عنصر میں تبدیل کر دیا جاتا ہے)

(۴) الہام (یعنی مصلحت کلیہ کے قیام کے اصول کی محبت یا اس کے مخالف قوتوں کی نفرت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی جاتی ہے۔ اور وہ اس کے حق میں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں)

کسرے و قبصر اور ان کے متبع ہیں قریش کو انداز

اور نہ حجاز ہیں کوئی غیر انقلابی رہنے پائے گا۔ اب اگر فرعون موسے کی تحریک انقلاب کی مخالفت کر کے بچ نہ سکا تو قبصر و کسریٰ اور ان کے مکی اور حجازی

متبعین اس انقلاب سے جو قرآن حکیم لائے والا ہے کس طرح بچ سکتے ہیں؟ اس پیشگوئی کی تصدیق

اس اعلان کے تیرہ سال کے بعد جنگ بدر میں ابو جہل اور اس کے متبعین اور

چند سال کے بعد ایرانی اور رومی جنگوں میں کسریٰ ایران اور قسیر روم ہلاک ہو گئے۔

(ب) كَانَ وَتَعْدًا مَفْعُولًا: (یہ بات ہو کر رہنے والی ہے)
یہ انقلاب ہو کر رہے گا اور کوئی طاقت اسے روک نہ سکے گی!

یہ اعلان جنگ بدر سے تیرہ سال پہلے کیا گیا تھا۔ اور بدر میں عین اس کے مطابق ہو کر رہا۔

انقلاب کا مطالعہ ہمارے اکثر مفسرین نے اپنی تفسیریں اس زمانے میں کرنے کی ضرورت لکھیں جب قرآنی انقلاب دنیا کے اکثر حصوں پر چھا چکا

تھا اور قرآنی نظام (Quranic Order) کے مطابق مسلمانوں کی زندگی کی تنظیم ہو چکی تھی اس لئے یہ مفسرین انقلاب کی وہ کیفیت سمجھنے سے معذور

رہے جو صدر اسلام میں پیش آتی تھی اور جس میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے واقعہ زندگی بسر کی۔ اس

لئے یہ مفسرین اکثر واقعات کو جو انقلاب کے زمانے میں پیش آیا کرتے ہیں۔ اور جو واقعی قیامت کبریٰ کا نمونہ ہوتے ہیں۔ قیامت کبریٰ ہی

پر محمول کر کے خاموش ہو گئے۔ اس انقلاب کی حقیقت کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اس قسم کا انقلاب دیکھا ہو۔ ہم خود ہندوستان میں اس انقلاب

کے بعد پیدا ہوئے ہیں جو یورپین استیلا سے پیدا ہوا مگر ہم ایک واسطے سے

مہ راقم الحروف کے اُستاد مولانا مفتی عبدالحجید صاحب لویانوی تاحال زندہ ہیں انہوں نے اپنے شہر (لوویانہ) میں پیش آنے والے واقعات راقم الحروف کو سنائے۔ ان کو سن کر دل دل جاتا تھا۔ راقم الحروف نے اپنے خاندانوں کے بزرگوں سے شورشِ مذکورہ کے جو حالات سُنے وہ زبانِ قلم ادا کرنے سے عاجز ہے۔

اس انقلاب کے حالات جانتے ہیں۔ جب وہ حالات سُنتے ہیں تو بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس قسم کے انقلاب کی قریب ترین مثال روسی انقلاب کی ہے۔ روس میں زار کے خاندان اور دیگر روسی امراء کے خاندانوں سے جو بہتی وہ کچھ وہی خوب جانتے ہیں جو ان قیامت خیز و حشرزا حوادث سے دو چار ہوتے۔ جو لوگ ۱۹۱۷ء ہندی کے بعد پیدا ہوئے وہ ان کی حقیقت سے کس طرح واقف ہو سکتے ہیں؟ اور صفحات تاریخ وہ خوشگام مناظر کس طرح دکھا سکتے ہیں۔ جو آنکھوں نے ۱۹۱۷ء ہندی میں دیکھے۔ اور اس سے کھوڑا سا فرق کر کے عثمانی خلافت میں جو انقلاب آیا ہے اور شاہی خاندان جس طرح بھیک مانگنے اور بُری طرح اخلاق بیچنے پر مجبور ہوا۔ مسلمانوں کا کھانا پینا طبقہ وہ مسلمانوں کے سامنے نہیں آنے دیتا اور نہ مسلمانوں کے سامنے روس کے انقلاب کی کوئی اہمیت نہ رہے۔ اور جتنی سزا عثمانیوں کو دی گئی وہ ہمارے عوام سن لیں تو آنکھیں کھلی رہ جائیں!

الغرض قرآن حکیم قیامت کبریٰ کے جس چھوٹے سے نمونے — انقلاب — کی خبر دے رہا ہے وہ واقع ہو کر رہے گا۔ اور کوئی ارضی و سماوی طاقت اسے روک نہ سکے گی!

(۱۹) (۱) اِنَّ هٰذِهِ تَذٰكِرَةٌ: (یہ ایک یاد دہانی ہے)

قرآن متنبہ کرتا ہے | جو لوگ قرآن سوچتے ہیں قرآن حکیم ان کی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ اور جو لوگ اس کے خلاف ارتجاع (Reaction) سوچتے ہیں ان کو

تشبیہ کرتا ہے۔

رَبِّهِمْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ سِرِّهِمْ سَبِيلًا؛ (اب جس کا جی چاہے

وہ اپنے رب کا راستہ پکڑ لے)

اب کون بچے گا؟ | اس انقلاب نے اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا راستہ کھول دیا ہے۔ جو شخص چاہے یہ راستہ اختیار کر لے۔ اور قرآنی تعلیم کو اپنا پروگرام بنا کر دنیا اور آخرت کے عذاب سے بچ جائے۔ رسول اللہ کا فرض یہ ہو گا کہ بھولے بھٹکے لوگوں کو یاد دہانی کراتے رہیں۔ آپ کے بعد قرآن حکیم کی تعلیم سے صحیح طور پر سوچنے والے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے حقیقت یہ ہے کہ انقلاب وہی کامیاب ہوتا ہے جس کے کارکن انقلاب کے اصولوں کو سمجھ کر اپنالیں اور پھر اپنی ذمہ داری پر کام کریں۔ جب تک کوئی شخص اپنے فیصلے سے انقلابی نہیں بنتا انقلاب میں وہ کوئی قیمت نہیں پاتا۔ جو لوگ اچھی طرح سمجھ کر شامل نہ ہوں وہ پھر ارتجاعی بن جایا کرتے ہیں۔ اس لئے قرآن کے اصولوں کو سمجھا کر انقلابی بنانا ضروری ہے۔

نظر بازگشت | اس رکوع میں مندرجہ ذیل مضامین آگئے ہیں :-

(۱) قرآن حکیم کی تحریک عوام اور خواص دونوں میں جاری کی جاسے تاکہ

یہ اپنے انقلابی اثرات پیدا کرے۔

(۲) اس تحریک کے آگے بڑھانے کے واسطے صرف خدا پر بھروسہ کرنے کے

کام کرنا ضروری ہے۔

(۳) اس تحریک کا ابتدائی مقابلہ بین الاقوامی میدان میں کسریٰ و قصر

کے سرمایہ پرستانہ نظام سے پیش آئے گا۔ اور قومی میدان میں ان لوگوں سے
 جن کی ذہنیت سرمایہ پرستانہ ہے۔

(۴) ابتدا میں انقلابی جماعت لڑنے سے باز رہے۔ اور صبر کے ساتھ
 تمام مصائب برداشت کرتی ہوئی تیاری کرے۔

(۵) قرآنی انقلاب کی بنیاد سکینوں کی خدمت پر ہوگی اور اسی مسئلے پر
 قیامت کے روز اقوام اور افراد کا فیصلہ ہوگا۔

(۶) عمومی انقلاب برپا کرنے سے پہلے اُس کے پیشرو (Pioneers)
 تیار کرنے کے لئے قومی انقلاب پیدا کیا جائے۔



انقلب على كذا من نزل يوم
بين الاقوام والقبائل

انقلاب کی منزل دوم

بَيْنَ الْاَفْوَاهِ وَالْقُلُوبِ

تمہید | انقلاب کی حقیقت ان کے ذہن نشین ہوگی۔ اب یہ اساتذہ —
 ائمہ انقلاب — اپنے اپنے گھروں پر لوگوں کو تیار کریں گے۔ اس
 لئے شب بیداری کی وہ پابندی جو ایک سال پہلے لگائی گئی تھی کہ ایک
 تہائی، نصف یا دو تہائی رات گئے تک کھڑے رہا کرو۔ غیر ضروری قراءت
 دے دی گئی۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ اسے قیامت تک کے لئے
 منسوخ کر دیا گیا۔ اس "قول ثقیل" پر عمل کرنے کی تیاری کے لئے ضرور کم
 سے کم ایک سال تک بالاستیعاب (Intensive) مطالعے اور گہرے
 غور و فکر کی ضرورت تھی۔ اس کے بعد بھی جب انہی اصولوں پر انقلاب
 برپا کرنے کی ضرورت ہوگی پھر ہی اصول قائم ہو جائیگا۔ اور یہ آیت زیرِ عمل
 آجاتے گی۔ یہ قیام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ساری عمر ضروری رہا۔
 مگر عام لوگوں کو اس سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔

(۲۰) (۱) اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنْتَ تَقْوِمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ
 وَنِصْفَهُ وَثُلُثُهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ وَاللَّهُ
 يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَانِ لَنْ تَخْصُوهُ قِتَابَ
 عَلَيْكُمْ فَاَقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ (ربنیک تیرا
 پروردگار جانتا ہے کہ تو اور تیرے ساتھیوں میں سے ایک چھوٹی سی

جماعت دو تہائی سے کچھ کم یا نصف شب یا ایک تہائی رات تک
کھڑی رہتی ہے اور اللہ مقدر معین کرتا ہے رات اور دن کی وہ جانتا ہے تم (ہمیشہ)
اس حکم کی پیروی نہ کر سکو گے اس لئے اس نے تمہیں اس حکم کی تعمیل سے بری کر دیا اب
تم اتنا قرآن پڑھ لیا کرو جتنا آسانی کے ساتھ پڑھ سکو آ

قیام شب کا حکم دائمی نہ تھا | یہ حکم تمام دنیا کے لئے اور ہر زمانے کے مسلمانوں
کے لئے دائمی حکم نہ تھا۔ کہ وہ ایک تہائی یا نصف یا دو تہائی رات تہجد
میں گزاریں جس میں وہ قرآن حکیم پڑھیں اور اس پر غور کریں۔ زمین کے بعض
حصوں میں راتیں لمبی ہوتی ہیں جیسے ناروے کے شمال میں ایک ماہ کی رات
ہوتی ہے۔ اگر اتنی لمبی رات کا آدھا یا تہائی بھی کھڑا رہنا پڑے تو
عملی طور پر یہ ناقابل عمل ہوگا۔ ایسی تعلیم جس میں اس قسم کے حکم ہوں
عالمگیر نہیں بن سکتی۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے انسان کی طبعی ضرورت
کے مطابق قرآن حکیم کے اتنے مطالعے کا حکم دیا جس پر عمل ہمیشہ ممکن

تزمیم حکم کے دوسرے اسباب | اس حکم کے بدلنے میں رات دن کی کمی بیشی کے
(۱) امراض (۲) سفر (۳) قتال | علاوہ اور بھی کئی اسباب ہیں۔ مثلاً :-

(ب) عَلِمَ اَنْ سَبَّكَوْنَ مِنْكُمْ مَّرْضًى: (وہ جانتا ہے کہ تم میں

عنقریب بعض لوگ بیمار بھی ہو جائیں گے)

(۱) جو لوگ بیمار ہوں گے وہ اس طویل شبانہ تعلیمی عبادت کے منتہل

نہ ہو سکیں گے۔

(ج) **وَإِخْرُؤُنَ يَصْرِفُونَ فِي الْأَرْضِ يَتَّبِعُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ:**

(اور دوسرے لوگ سفر کریں گے زمین پر اللہ کے فضل کی تلاش میں۔)

(۲) بعض لوگ انقلابی ضرورتوں کے لئے سرمایہ جمع کرنے کی خاطر خواہ وہ

اپنی ذات کے لئے ہو یا جماعت کے لئے، راتوں کو سفر کریں گے۔

(۵) **وَإِخْرُؤُنَ يُفْقَاتُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ:** (اور دوسرے لوگ

اللہ کی راہ میں قتال کریں گے)

(۳) بعض لوگ اس انقلابی پروگرام کو زمین میں قائم کرنے کے لئے سر دھڑ

کی بازی لگا کر خدا کی راہ میں لڑیں گے۔

(۴) **فَأَقْرَهُوْا مَا تَيْسَّرُ مِنْهُ:** (اس لئے اتنا پڑھ لو جتنا آسانی سے

پڑھا جاسکے)

یہ دائمی قاعدہ ہے کہ حسب ضرورت جتنا سہولت سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو۔

مملکت (State) کی تنظیم صرف علم سے نہیں ہوتی۔ بلکہ تجارت اور تحفظ

مملکت کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ پس ہر شخص کو کوئی نہ کوئی منفعت بخش کام

(Productive Occupation) اختیار کرنا چاہئے۔ جو سوسائٹی کے لئے مفید

ہو۔ اور جس کی قانون اجازت دے۔ انقلاب کا نتیجہ یہ ہے کہ انقلاب منظم کرنے کے

عوام کو ارتقائی راستے پر لگا دیا جاتے۔ اس وقت ہر شخص کو کوئی نہ کوئی کام کرنا ہو گا تاکہ ملک

کی پیداوار بڑھے اس پیداوار کی تنظیم بھی انقلاب کا ایک فریضہ ہے۔ اسی کے بل بوتے

پر انقلابی جماعت اپنے انقلاب کو آگے بڑھا سکتی ہے۔ اگر ملک کی پیداوار منظم نہ ہوگی تو

مخالف طاقتوں کے حملوں کو برداشت نہ کیا جاسکے گا۔ اور اجتماعی طاقتیں فتور و مچا دیں گی۔

ہر شخص کو کوئی نہ کوئی کام کرنے پر مجبور کیا جائیگا۔ مگر یہ افراد کے اختیار میں ہوگا کہ کونسا مفید پیشہ اختیار کریں۔ جو لوگ ان پیشوں کو اختیار کر لیں گے وہ نماز تہجد بطریق مذکور رات کو مقررہ طویل گھڑیوں میں نہ پڑھ سکیں گے۔ اس لئے قانون میں قدرے ترمیم کر دی گئی۔

الغرض اب اپنی سہولت کے مطابق قرآن حکیم پر تدبیر جاری رکھو اور دیکھو کہ اس کے مطابق حکومت کس طرح چلائی جائیگی۔ اس قرآن خوانی کی عملی شکل کیا ہوگی۔ اس کا ذکر اگلی آیت میں آتا ہے۔

وَإِخْرُؤُنَّ يُقَاتِلُون فِي سَبِيلِ اللَّهِ :

ایک اہم نکتہ: قرآن کی تعلیم | یہ آیت نہایت اہم تاریخی چیز ہے۔ یہ بعثت کے دوسرے انقلابی ہونے کا ثبوت | سال میں نازل ہوئی۔ اس میں آنے والی جنگوں کی طرف

نہایت صاف و صریح اور ناقابل تاویل الفاظ میں اشارہ موجود ہے۔ اس سے قرآنی فکر کے انقلابی ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ملتا ہے۔ انقلاب اگر سوچے سمجھے ہوئے پائدار اصولوں پر برپا کیا جاتے تو اس کے بنیادی فکر میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اگر قرآن حکیم انقلابی تحریک پیدا کرنی چاہتا ہے۔ تو ضرور اس میں لڑنے کا فکر شروع ہی سے موجود ہونا چاہئے۔ گولڈن رولز اور تاؤتی مصلحت کے مطابق ہوگا یہ آیت اس فکر کی پوری پوری تائید کرتی ہے۔ اور قرآن حکیم کو ناقابل تردید طور پر انقلابی ثابت کرتی ہے۔ اس آیت میں قتال کا جو نفاذ پیش کیا گیا ہے۔ وہ پہلا جہر ثومہ (Germ) ہے جس نے آگے چل کر انفال اور توبہ کی ترتیب اور جامعیت حاصل کر لی

سہ انفال اور توبہ قرآن حکیم کی دوسریں ہیں جن میں جنگ کا بین الاقوامی قانون تفصیل سے دیا گیا ہے

عدم تشدد طبعی اصول نہیں | زمانہ حال کا یہ سب سے افسوسناک حادثہ ہے کہ عدم تشدد (Non-violence) کو جو انقلاب کی تیاری کے لئے بہترین ذریعہ ہے۔ سیاست کا لازمی اور دائمی جز قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ انسانی سیاست کی قطعی غیر طبعی ترجمانی ہے۔ قرآن حکیم اور اس کی بنیاد حکمت امام ولی اللہؑ اس سے قطعاً انکار کرتے ہیں۔ اور قرار دیتے ہیں کہ چونکہ انسان بہیمیت (Anima) اور عقیدت یا ملکیت (Persona) سے مرکب ہے۔ یہ تصور نہیں کیا جاسکتا۔ کہ انسان اجتماعی حیثیت سے اپنی ارتقائی زندگی کے کسی دور میں بھی بہیمیت سے علیحدہ ہو جائیگا۔ اس لئے جنگ اور قتال ————— جہاد ————— جس کے ذریعے سے ملکیت یا عقیدت بہیمیت پر غالب آتی رہیگی انسانی معاشرہ (Society) کا لازمی جز رہیگا۔ انسانیت فقط عدم تشدد (Non-violence) یا مصالحت (Compromise) سے کبھی ترقی نہیں کر سکتی بلکہ ہمیشہ انقلاب (Revolution) سے آگے بڑھتی ہے۔ جس کے لئے تشدد اور عدم تشدد دونوں ضروری ہیں۔

فائدہ :- ہماری شرعی اصطلاح میں جہاد کے لئے امیر لشکر اور سامان جنگ کی ضرورت ہے۔ یہ اجتماع سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ لیکن اگر اجتماع ٹوٹ چکا ہو اور سامان جہاد میسر نہ ہو تو پھر ہمارے فقہا ہر مرد اور عورت کو انفرادی طور پر جہاد کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ یہ ہے انقلاب۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ یہ بات انہیں حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسن نے سمجھائی تھی۔ ہماری قوم میں علی گڑھ پارٹی

نے جس طرح جہاد میں سُستی برتی ہے وہ نہایت قابلِ افسوس ہے اور مزید برآں گاندھی جی کا مستقل عدم تشدد کا نظریہ تباہ کن ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی مکی اور مدنی زندگی: ایک شبہ کا ازالہ | حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی مکی اور مدنی زندگی کا ایک ہی محور تھا۔۔۔ انقلاب جس کے لئے

قتال لازم ہے۔ لیکن یورپ کے پراپیگنڈہ کرنے والے ہمیشہ لکھتے رہتے ہیں۔ کہ آپ مکہ میں مسکینی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ مگر دینہ پہنچتے ہی حالات کچھ سازگار ہوتے تو (نعوذ باللہ) کھل کھیلے اور قافلے لوٹنے شروع کر دیتے اور رفتہ رفتہ ایک ریاست (State) کے مالک بن بیٹھے۔ چنانچہ مشہور اہل قلم مسٹر جوزف ہل (Joseph Hull) اپنے مقالے ”الثقافة العربیة“ (Die Kultur der Arabes) مترجمہ جناب صلاح الدین خدابخش صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ سی۔ ایل، بیسٹریٹ لاء پٹنہ کے ص ۲۲-۲۳ پر لکھتے ہیں کہ:-

The man who just left Mekka and the man now entered Medina seem to be two different men. The former man an ideal preacher of a perfect religion who for his convictions, cheerfully endured scorn and persecutions and who sought no other distinction than that of being acknowledged a messenger of God. There is no trace of love of power in him—nothing to indicate that he was striving to set up a state organisation at the head of which he wished to preside. Of social reform the one thing that he sought to

achieve in Mekka—supported by the doctrine of unity of God and the day of Judgment reinforced by the joys and horrors of Heaven and Hell—was the widening of the circle of duties beyond the tribe, to all faithfuls alike and to mankind at large in the event of their accepting the true faith.

He left Mekka as a Prophet but entered Medina as the Chief of a community. The "fugitives" constituted a tribe by themselves and as a corporate body were described under the name and style of **Muhajirin**. This change of position created fresh problems, set new tasks but Mohammed was quite equal to the occasion. The Prophet now retires into the background—the diplomatist now comes forward. The Prophetship is now only an ornament of the ruler, an effective weapon establishing, extending, maintaining power".

(یعنی جس شخص نے ابھی ابھی مکے سے ہجرت اختیار کی اور جو اس کے بعد مدینے میں داخل ہوا۔ ایک نہیں دو جداگانہ اشخاص معلوم ہوتے ہیں۔ پہلا ایک کامل اور مکمل مذہب کا مبلغ تھا۔ اس نے اپنے اعتقاد اور ایمانیات کے سبب اپنے مخالفین کی طرف سے ہر قسم کا نفرت آمیز سلوک اور طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کیں۔ وہ خدا کا پیامبر مانے جانے کے سوا اور کسی قسم کے امتیاز کا خواہاں نہ تھا۔ قوت حاصل کرنے کا اسے

خواب تک نہ آیا تھا۔ اور یہ ہرگز نظر نہیں آتا کہ وہ اپنے ماتحت کوئی حکومت قائم کرنی چاہتا ہے۔ وہ اہل مکہ سے صرف اتنی اصلاح چاہتا ہے کہ وہ اپنے قبائلی فرائض کے حلقے کو وسیع تر کر کے تمام مسلمانوں کو اس میں شامل کر لیں اور اگر تمام دنیا کے مسلمان اسلام لے آئیں تو ان سب کو اس حلقے میں لے لیں۔ وہ صرف اس غرض سے اہل مکہ کو توحید کا سبق دیتا ہے اور یومِ آخرت کے عذاب سے ڈراتا ہے۔ اور ثواب کی توقع دلاتا ہے۔

الغرض اس نے مکہ چھوڑا تو وہ محض ایک نبی تھا۔ اور جب مدینے میں داخل ہوا تو وہ ایک گروہ کا لیڈر تھا۔ جو لوگ ہجرت کر کے اس کے ساتھ آئے تھے ان کا مہاجرین کے نام سے ایک الگ فرقہ بن گیا۔ اس تبدیلی نے نئے مسائل اور نئے نئے کام پیدا کر دیئے مگر (حضرت) محمد (صلعم) ہر ایک مسئلے کو حل کرنے اور ہر ایک کام کو سرانجام دینے کا اہل تھا۔ اب نبی پس منظر میں چلا جاتا ہے اور اس کی جگہ سیاستدان (Diplomatist) آگے آ جاتا ہے۔ اب نبوت حکمران کے زیور کے سوا اور کچھ نہیں جسے وہ اپنی سیاست قائم کر کے اسے توسیع دینے اور قائم رکھنے میں استعمال کرتا ہے)

در اصل مشنری نوگ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اور مدنی زندگی میں اس قسم کی تفریق کر کے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ مدینے اشریت لے جانے کے بعد آپ کا فکر (Idea) بدل گیا تھا جس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کی تعلیم انقلابی (Revolutionary) نہیں ہے جو اصول

انقلاب کے مطابق نہیں بلکہ حالات کے تابع تبدیل ہوتی رہتی تھی۔ حالانکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے جس کا ثبوت آیت زیر بحث سے مل جاتا ہے۔ مکی زندگی میں قرآنی جماعت کو بتا دیا گیا تھا کہ آگے چل کر قتال (War) ہوگا۔ چنانچہ اس کے چند سال بعد بدر سے جنگوں کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام تک برابر جاری رہا اور ان کا تتمہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں پیش آیا۔ جب قیصر و کسریٰ کے ممالک پر قبضہ کیا گیا۔ اس کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم انقلابی تعلیم ہے جس کا فکر (Idea) مکہ مکرمہ میں پیدا ہوا۔ اور وہیں تکمیل تک پہنچا۔ مدینہ منورہ کی زندگی درحقیقت اسی فکر کی ترویج تھی۔ چنانچہ امام اللہ حضرت امام ولی اللہ "فیوض الحرمین" (ص ۶۷) میں خلافت باطنہ اور خلافت ظاہرہ کی جو تشریح کرتے ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ خلافت ظاہرہ سے مراد سلطنت ہے۔ اور خلافت باطنہ سے مراد وہ پارٹی ہے جو سلطنت پیدا کرتی ہے۔ یہ خلافت باطنہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہو چکی تھی۔ اسی کو قرآن حزب اللہ قرار دیتا ہے۔

(۵) وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ (اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو)

نماز اور زکوٰۃ کا | تہجد کی معافی کے ساتھ عام نماز معاف نہیں ہوگئی۔ اسے ضرور
دائمی قانون قائم رکھو۔ یہ تجلّی الہی کے ساتھ تعلق قائم رکھنے کا ذریعہ ہے۔ اس
کا لازمی نتیجہ ہے مساکین کی خدمت جس کے لئے زکوٰۃ کا ادارہ قائم کیا گیا ہے۔

مساکین کی خدمت کے لئے اپنی آمدنی میں سے اتنا حصہ نکالتے رہو کہ ان کا پیٹ بھر جاتے۔ یہ انقلاب کا لازمی جز ہے ورنہ غیر انقلابی کیفیت اوپر بیان ہو چکی ہے یعنی جو لوگ مساکین کی روٹی اور دیگر انسانی ضرورتوں کا مسئلہ حل نہیں کریں گے۔ وہ سزا کے مستوجب ہوں گے۔ حکومت قائم ہو جائے تو مساکین کے کھانے پینے وغیرہ کا منظم انتظام اس کا فرض اولین ہوگا۔ وہ عام مسلمانوں سے زکوٰۃ کا بقدر ضرورت ٹیکس وصول کر کے مساکین پر خرچ کریں گی۔ اگر آمدنی کی اس مد سے یہ خرچ پورا ہوتا رہے تو اچھا ہے۔ ورنہ دوسری مذاات سے اس کام میں مدد دی جائے گی۔ اگر دیگر مذاات بھی اس کی تکمیل نہ ہو سکیں، تو مزید ٹیکس لگایا جاتے گا۔ مگر یہ اختیار اس حکومت کو ہے جو اپنا حساب قوم کے سامنے پیش کرے۔ اگر وہ دارالشوری میں اپنا حساب پیش نہیں کرتی تو اسے ٹیکس وصول کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ جتنا لیتی ہے۔ ظلم سے لیتی ہے۔

(و) وَاقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا: (اور اللہ کو ادھار دو بطریق احسن)

سہرا یہ محدود کرنے کا قانون | زکوٰۃ کے علاوہ یہ قرضہ بھی قرآن کا قانون چلانے والی حکومت کو دیا جائے گا۔ اور اس سے اس پر سود نہ لیا جائیگا۔ اس کی صورت یہ ہوگی۔ کہ ہر ایک شخص کو اپنا فالٹور وہ سپہ سرکاری بیت المال میں جمع کرانا ہوگا۔ جہاں سے وہ جب چاہے۔ واپس لے سکتا ہے۔ اور حکومت اس پر اپنی فرضی سے جس قدر چاہے نفع دے سکتی ہے۔ جس کی شرح وغیرہ پہلے سے طے نہ ہوگی یہ نفع دینا اور کس شرح سے دینا یہ سب باتیں حکومت کے اختیار تیزی

پر چھوڑنا ہوگا۔

آج کل بینک آف انگلینڈ (Bank of England) نے تمام دنیا پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اس کا نظام سود پر چلتا ہے۔ ہمارے بینک ایسے نہیں ہوں گے۔ ہمارے بینک امدادی بنکوں (Co-operative Societies) کے اصولوں پر ہوں گے جن میں ہلکا سود بھی نہیں لیا جائے گا۔ ان کے چلانے کے لئے سوسائٹی اپنا علیحدہ انتظام کرے گی۔

(ز) وَمَا تَقْتَدِرُ مَوْلَا اَنْفُسِكُمْ دَمِنَ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللّٰهِ:

(تم اپنی جو نیکی آگے بھجو گے اسے اللہ کے پاس پا لو گے)

انفرادی اور اجتماعی مفاد کا تلازمہ تم اپنے اجتماعی فائدے کے لئے جو کام بھی ان اصولوں پر کرو گے وہ ضائع نہیں جاسکتے۔ اگر ان سے براہ راست تمہاری ذات کو فائدہ نہ پہنچا تو تمہاری اولاد کو یا دوسرے عزیزوں کو یا اجتماع انسانی کے کسی فرد کو فائدہ پہنچ جائیگا۔ اور دنیا میں قومی کاموں سے بڑھ کر بلند تر درجے پر کام کرنے کا حوصلہ دلائیگا۔ اور اس کا جو اثر تمہارے نفس پر مرتب ہو گا وہ آئندہ زندگی میں بھی بالآخر تمہارے لئے مفید ثابت ہوگا۔

(ح) هُوَ خَيْرٌ اَوْ اعْظَمُ اجْرًا: (وہ اجر کے لحاظ سے بہت اچھا

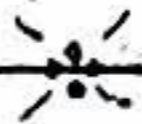
اور بہت بڑا ہے)

بین الاقوامی کام زیادہ بیشک تم آج قومی درجے پر کام کر رہے ہو۔ اور یہ کوئی بلند شاندار کام ہے درجے کا کام نہیں ہے۔ لیکن آگے چل کر تم اسی قومی کام کے نتیجے کے طور پر بین الاقوامی کام کرنے کے قابل ہو جاؤ گے جس کا اجر نہیں اس سے

بہت زیادہ اور نہایت شاندار شکل میں ملے گا۔ پس اعلیٰ درجات حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔

(ط) **وَاسْتَغْفِرُوا لِلَّهِ طَائِفَاتٌ مِّنَ الذُّنُوبِ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ** (اور اللہ سے

دعائی مانگتے رہو۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے)۔
 قیام ضبط کی ضرورت | اس قومی اور بین الاقوامی کام میں کبھی کبھار غلطی ہو جیسا کہ
 تو اسے اصول بنا کر نہ بیٹھ جاؤ۔ بلکہ اصول وہی ہیں جو قرآن حکیم میں بیان کر دیے
 گئے ہیں۔ غلطی ہو جائے تو اس کو غلطی سمجھ کر اس سے باز گشت کرو۔ از سر نو
 قرآن کے اصولوں پر قائم ہو جاؤ اور اس طرح اپنی جماعت کا ضبط
 (Moral Discipline) نہایت مضبوطی کے ساتھ قائم رکھو۔ اس طرح کرتے
 رہو گے تو غلطیوں کے نتائج سے محفوظ رہو گے۔ جو شخص اعترافِ قصور کر کے
 بلند درجہ حاصل کرنے کی کوشش میں چل بسا وہ ایسا ہی ہو گا جیسے اس سے
 کوئی قصور سزا نہیں ہوا اور اُسے وہی اجر ملے گا جو اس کے بھائیوں کو ملیگا۔
 کیونکہ خدا تعالیٰ اس قسم کی لغزشیں معاف کر دیا کرتا ہے۔ چنانچہ اس کا عام
 قاعدہ یہ ہے کہ **إِنَّ تَحَنُّنَ الْبَائِسِ مَا تَحْتَوُونَ عَنْهُ فَكُفِّرْ عَنْكُمْ نَسِيَاتِكُمْ**
وَوَدَّ نَحْلَكُمْ مَسْدًا خَلَا كَرِيمًا (یعنی اگر تم بچتے رہو گے ان چیزوں سے
 جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کر دیں گے تم سے چھوٹے گناہ تمہارے
 اور داخل کریں گے تم کو عزت کے مقام میں)



مُخَلَّصَةُ الْكَلَامِ

خُلاصَةُ الْكَلَامِ

اس سورت (المزمل) میں مندرجہ ذیل مضامین آتے ہیں :-

(۱) قرآن حکیم کی تعلیم انقلابی ہے۔ اس لئے اسے خواص و عوام دونوں بیک وقت پھیلایا جائے (آیات ۲-۷)

(۲) اس تحریک انقلابی میں کام کرنے والے صرف خدا پر بھروسہ رکھ کر کام کریں۔ غیر قرآنی نظام والوں سے کسی رعایت و اعانت کی امید نہ رکھیں (۸-۹)

(۳) اس تحریک کا مقابلہ قومی اور بین الاقوامی حائقوں میں سرمایہ پرست اور بلوکیت پرست لوگوں سے پیش آتے گا (۱۱)

(۴) انقلابی جماعت شروع شروع میں تشدد اور جنگ سے پرہیز کریگی۔ البتہ تیاری کے بعد وہ حسب ضرورت لڑ سکتی ہے (۱۱، ۱۲)

(۵) انقلابی جماعت ان خوشحال لوگوں سے جو اب طلب کرے گی۔ جو مساکین وغیرہ کی خدمت میں اپنا مال صرف کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی اسی اصول پر ہر ایک فرد سے جو اب طلبی ہوگی (۱۲ تا ۱۴)

(۶) انقلاب عمومی سے پہلے قومی انقلاب لانا ضروری ہے (۱۵)

(۷) ابتدائی کارکنوں (Pioneers) کو قرآن حکیم کا بالاستیعاب

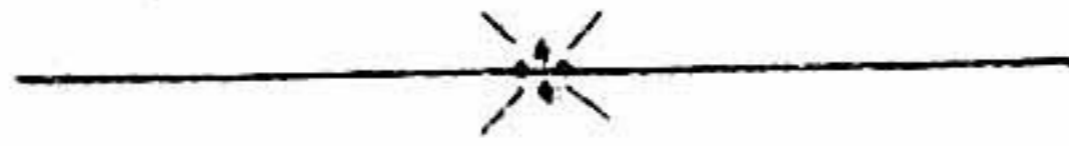
(Intensive) مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ گو بعد میں اس قاعدے میں نرمی

کی جاسکتی ہے (آیات ۲ تا ۴ مع آیت ۲۰)

(۹) اس انقلاب کی بنیاد تعلق باللہ اور تنظیم مساکین پر ہوگی (۲۰)

(۱۰) یہ انقلابی تحریک اصولاً سرمایہ پرستی کی مخالف ہوگی۔ اس لئے سود کو جائز نہ رکھے گی (۲۰)

(۱۱) اس تحریک میں کام کرنے والے ہمیشہ اپنے کام کا جائزہ لیتے رہیں۔ اور غلطیوں کی اصلاح کرتے رہیں اور اس طرح جماعت کا ڈسپلن (Discipline) قائم رکھیں (۲۱)



سورة المدثر

بین الاقوامی انقلاب کے اصول

تفسیر سورہ مدثر

بین الاقوامی انقلاب کے اصول

سورہ مُزْتَمِل کے ساتھ ربط | سورہ مُزْتَمِل میں شخصی — داخلی — انقلاب کا ذکر تھا۔ اور انفرادی فکر کی اصلاح کی گئی تھی۔ چنانچہ اس میں بالصراحت کہا گیا تھا کہ :-

(۱) قُمِرَ اللَّيْلُ وَرَبِّ الْقُرْآنِ تَنزِيلًا

(۲) وَادْكِرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَسَّلِ الْيَهُ تَبْتِيلًا

(۳) وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا

اس تعلیم کے مطابق حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے انفرادی طور پر ملتے رہے اور ان کو قرآنی انقلاب سے روشناس کراتے رہے۔ اس عرصے میں کچھ لوگ اس انقلاب کو قبول کر کے آپ کے ساتھ ہو گئے۔ وہ بھی ضمنی طور پر اسی طرح کام کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ کو حکم دیا گیا۔ کہ اس انفرادی انقلاب کو اجتماع میں لائیں۔ چنانچہ سورہ مدثر میں حکم دیا گیا ہے کہ :-

(۱) قَدْ فَانَدِمْسُ۔ (اٹھ اور لوگوں کو اس آنے والے انقلاب سے ڈرا)

(۲) وَسَرَّ بَاتٌ فَكَبِيرٌ (خدا کی بزرگی کا اعلان کر) اس کا نتیجہ اس کے سوا

اور کیا ہو سکتا ہے کہ قرآنی انقلاب اجتماع انسانی میں آجائے گا۔

(۳) اِنَّهَا اِلٰهٌ اَوْحَدٌ هٰی الْكُبْرٰۃُ نَذِيْرًا لِلْبَشَرِ۔ یہ انقلاب تاریخ

انسانی کے بہت عظیم الشان واقعات میں سے ہے۔ اور یہ ساری

نوع بشر کے لئے ڈراوا ہے۔

اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس ڈراوے کو عوام تک پہنچانا مقصود ہے۔

چنانچہ اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیہ تبلیغ شروع کر دی اور آپ

عوام کو بیش از بیش تیزی کے ساتھ قرآنی انقلاب کی دعوت دینے لگے۔

سورہ مدثر کا مضمون | قرآنی انقلاب جامع انسانی انقلاب ہے۔ یعنی انسانیت

اعلیٰ کے جملہ تقاضے پورے کرنے والا انقلاب ہے۔ اس لئے اس کی بنیاد

جن اخلاق پر ہے ان کی طرف شروع کی آیات (۱۰-۲۰) میں اشارہ کرنے

کے بعد اس انقلاب کے مخالفین کی ذہنیت کا تجزیہ (Psychological Analysis)

نہایت عمدگی سے کیا گیا ہے (آیات ۱۱-۲۵) اور پھر دکھایا گیا ہے کہ دنیا میں

یہ ذہنیت پیدا ہو جائے تو دوسری زندگی میں اس کا ظہور کس طرح ہوگا۔

(آیات ۲۶-۳۰)

اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ قرآن کا عالمگیر انقلاب قومی اور بین الاقوامی

منازل میں سے گزرے گا۔ تو اس کی کامیابی کے اسباب کیا ہوں گے (آیات

۲۶-۴۹) اور جو لوگ اسے مان لیں گے ان کی ذہنیت کیسی ہوگی اور جو

نہ مانیں گے ان کی ذہنیت کیسی ہوگی (آیات ۵۰-۵۶)
 الغرض اس سورت میں قرآنی انقلاب کے اخلاق اور ابتدائی اصولوں
 کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور مخالفین کی ذہنیت کی تشریح کی گئی ہے۔ اور
 اس انقلاب کی انتہائی کامیابی کی پیشگوئی کی گئی ہے۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ (اے مدثر!)

مدثر کے معنی لفظ مژمل کی تشریح کے دوران میں بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ موطا
 امام مالک میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نام الماسحی بھی
 ہے جس کے معنی خود حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں۔ کہ
 يَحْوَى اللَّهُ بَنِي الْكُفْرَى (یعنی میرے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کفر کو محو کرے گا) چنانچہ
 لغوی طور پر مدثر کے معنی اھلک کرنا بیان کئے گئے ہیں جو بالکل
 الماسحی کے معنوں کے مرادف ہیں۔ پس مدثر کے معنی ہیں دنیائے انسانیت
 سے ہر قسم کا ظلم و جور مٹانے والا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام ملت جنیفیہ
 یعنی حضرت ابراہیم کے اصول حیات کے دوبارہ زندہ کرنے سے کریں گے۔
 جو آپ کی گھٹی میں پڑی تھی۔ اور جس کے منابتدے قریش تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ایک نکتہ (علیٰ صاحبہما التحیۃ والسلام)
 کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ملت جنیفیہ ابراہیمیہ کے قیام کے لئے
 طبعاً بے تاب تھے۔ آپ کی تربیت بھی قریش کے اونچے گھرانوں میں ہوئی۔ جن

عنہ المنجد اور الاقرب الموارد

میں اس ملت کی اچھی اچھی باتیں باقی تھیں۔ پھر وہ انقلاب کا زمانہ تھا۔ فارس اور روم آپس میں لڑ رہے تھے اور چاہتے تھے کہ دنیا کی اقوام کو اپنے قبضے میں لائیں۔ ان سیاسی اور جنگی حالات کا اثر قریش پر بھی پڑ رہا تھا۔ کیونکہ ان کے تجارتی تعلقات ان دونوں ممالک کے ساتھ تھے۔ اور ان ملکوں میں ان کی کافی آمدورفت تھی۔ چنانچہ قریش کا سمجھدار طبقہ سیاسی میلانات کے لحاظ سے تین طبقوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔

(۱) ایک طبقہ قیصر کی طرف مائل تھا۔

(۲) دو سرا طبقہ کسریٰ ایران کی طرف مائل تھا۔

(۳) تیسرا طبقہ ان دونوں سے الگ تھا اور ضیفیت پر قائم تھا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طبعاً اس تیسرے گروہ کے سرگرم رکن تھے۔ یہ گروہ اگرچہ اقلیت میں تھا۔ لیکن عرب پر قریش کی سیادت قائم کر کے آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اس قسم کی قیادت کی طبعی خداداد استعداد بھی موجود تھی۔ آپ کو اس انقلاب میں کامیابی کے لئے جس ہدایت کی ضرورت تھی اور جس کے لئے آپ سرگروہاں تھے

۱۔ یہ خیال غلط ہے کہ قریش اور اہل عرب افریقہ کے وحشیوں کی طرح بالکل وحشی

لوگ تھے۔ جن میں کوئی انسانی خوبی باقی نہ رہی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ قریش اور اہل عرب

میں بہت ضیفیہ کا اچھا خاصہ حصہ باقی تھا۔ جیسے آج کل مسلمانوں کی تباہی کے باوجود

ان میں اپنے بزرگوں کی بہت سی اچھی باتیں موجود ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھو

حجۃ اللہ الباقی جلد اول ص ۱۲۲

(وَوَجَدَكَ ضَالًّا) وہ خداوند تعالیٰ نے فراہم کر دی (فہمدانی) سے
 آپ قرآن حکیم کے ذریعے سے و نیاتے انسانیت میں جو انقلاب پیدا
 کرنا چاہتے ہیں اس کا لازمی نتیجہ ہو گا کہ انسانی معاشرہ (سوسائٹی) میں سے
 ہر قسم کا ظلم خواہ وہ خدا اور بندوں کے تعلقات میں ہو یا بندوں کے باہمی
 تعلقات میں یعنی روحانی ہو یا اقتصادی سب مٹا دیا جائے گا۔ اور اس کی
 جگہ خدا کے ساتھ صحیح طریق پر تعلقات قائم کئے جائیں گے۔ اور انسانیت
 میں معاشیات معاشرت اور اقتصادیات میں ایک نظم جدید پیدا کیا جائیگا۔
 اس انقلاب میں کسی خاص قوم یا ملک کی خصوصیت نہ ہوگی۔ بلکہ وسیع ترین
 معنیوں میں عالمگیر اور ہمہ گیر ہوگا۔

اسلام کا جامع انقلاب دنیا میں اب تک جو انقلابات ہوئے ہیں وہ سب کے
 سب جزوی انقلابات ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی عالمگیر اور جامع انقلاب
 نہیں ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری امام انقلاب ہیں۔
 جن کی دعوت جامع عالمگیر انقلاب کے لئے ہے۔ اور آپ نے اس جامع
 کا بہترین نمونہ سرزمین حجاز میں قائم کر کے دکھا دیا جسے دنیا اب تک
 اس حیثیت سے جانتی اور مانتی ہے۔ آپ کے انقلاب میں اس وقت کی
 مہذب اقوام کا بیشتر حصہ آلیا۔ اور سب کو خدمت انسانیت کے ایک
 نقطے پر جمع کر کے نہ صرف یہ کہ ان کے تعلقات ان کے خالق کے ساتھ درست
 کر دیئے۔ بلکہ ان کے آپس کے تعلقات بھی درست کر دیئے۔ اب جب کبھی
 کوئی جماعت جامع بین الاقوامی انقلاب پیدا کرنا چاہے گی اسے آپ ہی
 عہد خداوند تعالیٰ نے سچے سرگرواں پایا۔ عہد پھر رہا پت دی۔

کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔ جو جماعت اس لائحہ عمل کے خلاف اور لائحہ عمل لے کر اٹھے گی وہ یا تو سرے سے ناکام رہے گی یا صرف جزوی طور پر کامیاب ہوگی۔ چنانچہ فرانس۔ جرمنی۔ ٹرکی اور روس کے انقلابات اس اصول کی بین مثالیں ہیں۔ ان انقلابوں میں وہ جامعیت نہیں ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا کردہ حجازی انقلاب میں تھی۔ جس نے بعد میں قیصر و کسریٰ کو بھی ہضم کر لیا۔

الغرض ہمارے نزدیک المذنب کے معنی ہیں المھلک الکفر یعنی انسانیت میں سے ہر قسم کا کفر (انکار) نکلنے والا وہ انکار خواہ خدا کے حقوق کے متعلق ہو یا انسانوں کے حقوق کے متعلق یہ انقلاب اسے انسانیت میں سے نکال باہر کرے گا۔

اس لفظ میں جو مبالغہ پایا جاتا ہے۔ وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طبعی اور فطرتی عزم و استقلال ظاہر کرتا ہے۔ جو اس کفر کے خلاف انقلاب برپا کرنے کے بارے میں ان کے دل میں پوشیدہ ہے۔

(۲) قَدْ (اٹھ)

انقلاب میں اشاعت کی ضرورت | یعنی اسے وہ کہ تو دنیا سے انسانیت سے ہر قسم کا ظلم اور کفر مٹانے کا تہیہ اور سچتہ عزم کتے ہوتے ہے۔ ہم سے ہدایت لے اور محنت سے کام کر۔ اور جن لوگوں تک تیری آواز پہنچ سکتی ہے ان کو انسانی انقلاب کا یہ پیام سناوے۔ اور ایسے لوگ تیار کر جو یہ انقلابی تعلیم دوسرے لوگوں تک پہنچادیں۔ ایسے خاص لوگوں کی مرکزی قوت راتوں کو

کھڑے ہو کر قرآن حکیم کی تعلیم پر تدبیر کرنے ہی سے پیدا ہو سکتی ہے جس کا ذکر سورہ مزلزل میں آچکا ہے۔ چنانچہ تجربے نے ثابت کر دیا کہ اس شبانہ تعلیم نے وہ لوگ پیدا کر دیئے جنہوں نے اس انقلاب کو فارس اور روم تک پہنچا دیا۔ اور پھر آگے وہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اسے حبشیوں ترکوں اور ہندیوں تک پہنچا دیا۔ اب پھر یہ انقلاب پہلو بدل رہا ہے۔ اور انشاء اللہ اس کی دعوت ہندوستان سے یورپ کی اقوام تک پہنچے گی۔

فَإِنِّي مُرٌّ (اور ڈرا)

قسم قسم کے ظلموں کی وجہ سے انسانیت جس تباہی کے غار کی طرف جا رہی ہے۔ اس سے لوگوں کو خبردار کر دے۔ وہ غافل ہیں اور بے خبر۔ اگر وہ بیدار نہ ہوتے تو وہ اپنے ظلموں کے آپ ہی شکار ہو جاتیں گے۔

(۳) وَ سَرَّيْنَاكَ فَكَيْفَ (اور اپنے پروردگار کی بڑائی بول)

انقلاب کا اصول اولین: کوئی شخص اپنے گھر میں یا خاندان میں بڑا — کبیر
انسانی قانون سے بغاوت — ہوتا ہے۔ کوئی اپنے شہر میں بڑا ہے۔ کوئی اپنی
قوم یا شاید بہت سی اقوام میں بڑا مانا جاتا ہے۔ لیکن تو ان میں سے کسی کو بڑا نہ مان
بلکہ صرف خداوند تعالیٰ کو بڑا مان — گھر میں۔ خاندان میں۔ قوم میں او
تمام اقوام میں اس کے سوا کسی کو بڑا نہ مان۔ ہر جگہ اسی کی پادشاہی تسلیم کر۔
کوئی ایسی حکومت تسلیم نہ کر جو ایسے قانون کے ماتحت نہ ہو جو تمام انسانیت
کے لئے یکساں ہو۔ خدا کی بزرگی کا اعلان ان معنوں میں کر کہ اس کے سوا کوئی
کائنات کا مالک اور خالق نہیں۔ اس کا قانون تمام کائنات میں جاری ہے۔

اسی کا قانون نوع انسان میں جاری ہوگا۔ جب تو لوگوں کے سامنے خدا کی ہممہ گیر پادشاہی کا اعلان کرے تو کسی سے نہ ڈر۔ بلکہ جو لوگ خداوند قدوس کو چھوڑ کر اوروں کو اپنے اوپر حکمران مانتے ہیں۔ مثلاً بزرگ خاندان، سوسائٹی، پیر، استاد، حاکم، پادشاہ۔۔۔ ان کو خبردار کر دے کہ ان کا یہ فہمیل انسانیت عامہ کے لئے مضرت رساں ہے۔ صحیح پوزیشن یہ ہے کہ جو شخص خاندان، شہر، قوم یا مجمع اقوام میں بڑا ہے وہ اپنے آپ کو خدا کے وعدہ لاشریک ہی کا نائب سمجھے اور صرف اسی حیثیت سے کام کرے۔ یہ وہ روح ہے جو حقیقت انسانی سوسائٹی میں پیدا کرنا چاہتی ہے یعنی وہ چاہتی ہے کہ انسانی معاشرے (سوسائٹی) میں سے ملوکیت (Imperialism) اور علمی سرمایہ داری (Brahmanism) کا قطعی خاتمہ کر دیا جائے۔ اور ہر شخص کا خدا کے ساتھ براہ راست تعلق پیدا کر کے اسے انسانیت کا خادم بنا دیا جائے۔

قرآنی سیاست کی تشریح | قرآن حکیم نے اپنا قانون چلانے کے لئے جو سوسائٹی پیدا کی اس کا نام السابقون الاولون من الملکین والذین اتبعوہم بالاحسان رکھا ہے (یعنی مہاجرین اور انصار میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والے لوگ اور وہ لوگ جنہوں نے ان سابقین کی فوجی کے ساتھ پیروی کی) یہ جماعت اپنے امور کا انتظام کرنے کے لئے اپنے میں سے ایک شخص کو بڑا مان لیتی ہے۔ اور اسے اپنا امیر قرار دے لیتی ہے۔ یہ امیر ان میں قانون الہی کے ماتحت انتظام کرتا ہے۔ لیکن انتظام کی تمام طاقت حقیقت میں خود اس جماعت کے پاس رہتی ہے۔ یہ ہے وہ سیاست جو قرآن حکیم نے پیدا کی۔

چنانچہ حج کے موقع پر آج تک مسلمان یہ الفاظ کہتے ہیں کہ الحمد والنعمة
 لك والملايك لا شريك لك (سب تعریف تیرے ہی لئے ہے۔ اور سب
 نعمت کا تو ہی مالک ہے۔ حکومت صرف تیری ہی ہے اور اس میں تیرا کوئی شریک
 نہیں ہے) قرآنی سیاست کے مطابق قوت رہنمائی ان لوگوں میں مرکوز ہوتی
 ہے۔ جو قرآن سب سے زیادہ جانتے ہیں اور سابقین اولین کی پیروی کرتے ہیں۔
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے امیران کے مشورے ہی سے کام کرتا ہے۔ چنانچہ
 مشورہ واجب تھا قرآن حکیم میں ہے کہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا
عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (آل عمران) (اور ان سے تمام معاملات میں مشورہ
 کر لیا کر اور جب تو پختہ ارادہ کر لے تو پھر اللہ پر بھروسہ کر) علامہ جصاص الرازی
 الحنفی اس آیت کی ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہ مشاورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے لئے اختیاری نہ تھی بلکہ واجب تھی۔

حضرت علیؓ کا نظریہ عن علیؓ قال: سِئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْمِ فَقَالَ مَشَاوِرَةُ أَهْلِ الرَّايِ ثُمَّ تَبَاعَهُمْ
 (تفسیر ابن کثیر و در مشورہ عن ابن مردودہ)

یعنی حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے
 پوچھا گیا کہ آیت قرآنی فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ میں
 "عزم" سے کیا مراد ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ امیر کا اہل الرائے سے
 مشورہ کرنا اور پھر اس مشورے کا پابند ہونا ہی عزم ہے۔
 ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے کہ :-

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ (سورہ شوریٰ) (یعنی مسلمان اپنے

تمام معاملات میں باہمی مشورے سے کام کرتے ہیں)

حضرت عمرؓ کا نظریہ | حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ لاخلافۃ الا عن مشورۃ

(کنز العمال) یعنی خلافت بغیر مشورے کے خلافت نہیں رہتی۔

الغرض سَرَابَتْ فَكَيْدٌ كَيْدٌ کے معنی یہ ہیں کہ انسان کسی دوسرے انسان

کو اپنے اوپر حاکم نہ مانے خواہ وہ کوئی ہو۔ یہ حق صرف حق سبحانہ تعالیٰ ہی

کے لئے مخصوص ہے رَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ

(جس بات میں حق سبحانہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو اس میں کسی کی اطاعت انسان

پر واجب نہیں ہے) اس لئے تمام حاکم اس کے نائب بن کر اس کا حکم چلا سکتے

ہیں اور بس۔

جو جماعت اب حقیقی مالک کے سوا کسی دوسرے کی غلامی میں مبتلا

ہو گئی ہو۔ اور اس کا قانون ماننے پر مجبور ہو گئی ہو اس کی حالت تبدیل کرنے

کے لئے سب سے پہلا اصول کار یہ ہے۔ کہ اس کے ذہن میں بٹھایا جائے

کہ اس ایک کارساز حقیقی کو تمام کائنات اور تمام انسانیت کو قانون دینے والا

مان لے۔ کیونکہ وہی ایسے قوانین دے سکتا ہے جن میں افراد جماعات اور

اقوام بلکہ ساری نوع انسان کے مفادات اور فطرت کا خیال رکھا گیا ہو وہ

جماعت ہر ایسی طاقت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے جو اس منہج قانون کے

ماتحت رہ کر ضمنی قواعد (Bye-laws) نہیں بناتی۔

پس انقلاب کا پہلا مثبت نظریہ یہ ہے کہ غیبِ صالح نظام

(Unhealthy Social Structure) کی جگہ صحیح نظام
 (Healthy Social Structure) قائم کیا جاتے۔ جس کی خشیت اولیں یہ ہو
 کہ خدا تعالیٰ ہی سب سے بزرگ و برتر ہے اور کائنات اور نوع انسان
 کے لئے قانون کا منبع ہے۔

خضوع یا اجابت الی اللہ | حکمت ولی اللہی میں اسے خصلت خضوع یا اجابت
 کہتے ہیں۔ اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ انسان اپنے آبا و اجداد، مرشدین
 معلمین اور صالح حکام کی تعظیم کرتا ہے۔ اور جب ان کے سامنے جاتا ہے
 تو اپنے قلب میں ایک قسم کا عجز اور ان کے لئے ایک خاص قسم کی محبت اور
 عزت کے جذبات پاتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ وہ بزرگ مجھے کوئی حکم دے
 تو میں فوراً اس کی تعمیل کر کے اسے خوش کروں۔ اس احساس کا نام اجابت ہے۔
 اس جذبے کا نفسیاتی تجزیہ اگر انسان کائنات کی ساخت پر غور کرے اور اس کے
 عجائبات پر فکر و تدبیر کرے تو وہ خدا تعالیٰ کے لئے اپنے دل میں خضوع کا جذبہ
 محسوس کرتا ہے جس میں وہ کسی کو شریک کرنا نہیں چاہتا۔ اب وہ اپنے
 آبا و اجداد، مرشدین و معلمین اور صالح حکام کی اطاعت کو بھی اسی خضوع کے
 ماتحت لے آتا ہے۔ مثلاً وہ دیکھتا ہے کہ میرے بزرگوں کا حکم خدا تعالیٰ کے
 حکم کے مطابق ہے تو اس کی اطاعت کرتا ہے اور اگر اسے خدا تعالیٰ کے حکم
 کے خلاف پاتا ہے تو اطاعت نہیں کرتا۔ ایسے ہی وہ اپنے پادشاہوں اور
 حاکموں کے حکموں کو جانچتا ہے۔ ان کی اطاعت اسی حد تک کرتا ہے جس حد
 تک وہ خدا تعالیٰ کے احکام کے خلاف نہ ہوں۔ وہ اپنے بزرگوں اور حاکموں

کی اطاعت اور نافرمانی کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھتا ہے۔
یہ اخبات الی اللہ انسانیت کا ایک طبعی جذبہ ہے۔ اور انسان کا
ایک بنیادی خلق ہے۔

وَتِيَابِكُمْ فَطَرَهُمُ (اور اپنا لباس پاک رکھ)

لباس کی پاکیزگی | اس انقلاب کے لئے کوئی خاص نشان (Emblem) یا وردی
(Uniform) کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بین الاقوامی انقلاب سے جو سرقوم
میں ظاہر ہوگا۔ البتہ ایک شرط ہے۔ وہ یہ کہ لباس پاک ہو اور اخلاق کی پاکیزگی
میں مدد دینے والا ہو۔

اس کا نتیجہ | لباس کی پاکیزگی بدن اور بیرونی ماحول کی پاکیزگی کو چاہتی ہے۔
بدن انسانی بعض چیزوں کو طبعاً نجاست میں تبدیل کر دیتا ہے جیسے بول و براز
ان غلاظتوں سے نفرت کرنا بھی انسان کا طبعی خاصہ ہے۔ انسان ان نجاستوں
سے پاک ہو کر ایک قسم کی فرحت اور انبساط اپنے نفس کے اندر پاتا ہے۔ اس
احساس کا نام طہارت ہے۔ جو حکمت ولی اللہی میں انسانیت کا ایک بنیادی
خلق ہے۔

نفسیاتی نجاستوں سے اجتناب | اسی طرح انسان نفسیاتی غلاظتوں یعنی جوش غضب،
بھوک، پیاس اور دیگر شہوات وغیرہ سے طبیعت کو پاک کر لے تو بھی ایک قسم
کا سکون اور سرور محسوس کرتا ہے۔ جو ان حالتوں کی موجودگی میں نہیں ہوتا ایسے
ہی بُرے کلام، بُرے فکر اور بُرے فعل سے صحت مند انسان کو طبعی انقباض
محسوس ہوتا ہے۔ جسے وہ صحت مزاجی کے لئے دور کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

اس کا نتیجہ انسان خلق طہارت میں کمال حاصل کر لے تو وہ عالم مثال کی قوتوں سے ملحق ہو جاتا ہے۔ اور اپنے نفس میں ایک قسم کی مستقل مسرت محسوس کرتا ہے۔ اس سے اخبات الی اللہ کو تقویت ہوتی ہے۔

انقلاب صالح کی دوسری ہند | لباس کی پاکیزگی جیسے اوپر بیان کیا جا چکا ہے بدن اور ماحول کی پاکیزگی کو ضروری قرار دیتی ہے۔ پس جو جماعت انقلاب قائم کرنے کی کوشش کرے وہ اس سہ گانہ پاکیزگی کو لازم جانے تمام ترقی کرنے والی جماعتیں طہارت کی عامل ہوتی ہیں۔ اور جب وہ طہارت کے بلند مقام سے گرجاتی ہیں تو ارتجاع (Reaction) میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

قومی پیمانے پر پاکیزگی کا التزام قومی مزاج کی صحت کی علامت ہے۔

(۵) والرحیز فاھجر (اور گندگی سے دور رہ)

باطنی پاکیزگی | ظاہری پاکیزگی کے ساتھ باطنی پاکیزگی کا بھی خیال رکھ۔ اس ناپاکی سے بھی نفرت کر۔

امام الاممہ کے نزدیک بُرائی — اثم — کا معیار شخصی نہیں بلکہ نوعی تقاضا ہے۔ بُرائی وہ فعل ہے جسے عام تندرست انسانیت قبول کرنے سے انکار کر دے۔ چنانچہ امام ولی اللہ سعادت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

اعلم ان للانسان كمالا تقتضيه الصورة النوعية وكمالا يقتضيه موضوع النوع من الجنس القريب والبعيد وسعادته التي بضره فقد ها ويقصد ها اهل العقول

المستقيمة قصداً مؤكداً هو الاول (حجۃ اللہ البالغہ جلد اول صفحہ ۱۵۰)
 (یعنی واضح رہے کہ انسان میں دو قسم کے کمالات ہو سکتے ہیں۔ ایک تو وہ
 جو اس کی صورت نوعیہ کے تقاضے سے پیدا ہوا ہو دوسرے وہ جو اس
 کی جنس، قریب (یعنی حیوانیت) اور جنس بعید (یعنی جمادیت) تقاضا
 کرتی ہے۔ لیکن سعادت جس کی عدم موجودگی سے انسان کو نقصان پہنچتا
 ہے۔ اور جسے ہر صاحب عقل سلیم حاصل کرنے کی پوری پوری کوشش
 کرتا ہے۔ وہ اول الذکر ہے (یعنی نوعی تقاضے کے مطابق)

پس شقاوت (بدبختی اور بُرائی) وہ ہو گی جو انسان کے نوعی تقاضے
 کے خلاف ہو اسے قرآن حکیم کی اصطلاح میں مُنکَر قرار دیا گیا ہے انسانیت
 کے اندر یہ بُرائی خواہ شہنشاہیت (Imperialism) کے ذریعے سے
 آئی ہو یا ناسیت (Nazi-ism) کے ذریعے سے یا کسی اور ازم (-ism)
 کے ذریعے سے۔ اسے قبول کرنے سے یکسر انکار کر دینا انقلاب برپا کرنے والی
 جماعت کے لئے لازم ہے۔

انقلاب صالح کی تیسری مد | پس انقلاب برپا کرنے والی پارٹی کے پروگرام کی تیسری
 نکتہ (Item) یہ ہے کہ وہ غیر صالح نظام کی روح کو بھی قبول نہ کرے۔
 حکمت ولی اللہی کی اصطلاح میں اسے سماحت کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت
 امام الائمہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

اصل این ہمہ خصلت (یعنی شعبہ ہائے سماحت کہ مذکورہ شدہ۔ نقل)
 یک چیز است و آن غالب بودن راستے کلی بروداعی خسیسہ بہیمیہ و از

مباشرت اشباح و شعب این خصال الخ (ہمعات: حصہ ۱۶)
 (یعنی سماحت کے تمام شعبوں کی اصل بنیاد ایک چیز ہے۔ اور وہ یہ
 کہ بہیمیت اور اس کی تمام شکلوں پر انسان کے نوعی تقاضے (رہتے
 کلی) غالب رہیں)

(۶) ورا تمین تستکثر (اور ایسا نہ کرے کہ احسان کرے اور بدلہ زیادہ چاہے)
 انتفاع کا امتناع | جب تو کسی پر احسان کرے تو اپنے حق سے زیادہ معاوضہ
 طلب نہ کر۔ یہ خلق عدالت کے منافی ہے۔ مثلاً یہ جائز نہیں کہ تو ان کو جو تعلیم
 دیتا ہے اس کا اجر طلب کرے اور اپنے لئے مال و دولت جمع کرے۔ اپنے
 کسی مزدور کو چار آنے دے کر اس سے دس آنے کا کام لینا انسانیت سے
 گری ہوئی بات ہے۔ آج سرمایہ دار طبقہ اپنی آمدنی میں محتاجوں کا حق سمجھتا ہی نہیں
 بلکہ وہ مزدوروں کو اسی کا احسان جتاتا ہے۔ کہ اس نے مزدوروں کو کام پر
 لگا رکھا ہے۔ اور انہیں بھوکوں مرنے سے بچاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے
 کہ وہ مزدوروں کو صرف اتنی خوراک دیتا ہے جس سے وہ مر رہیں اور سرمایہ پرست
 کے سرمائے میں اضافہ کرنے کے لئے زندہ رہیں۔ کوئی انقلابی جماعت اس ستم
 کے ظلم کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لئے دوسرے انسان کی محنت سے
 ناجائز فائدہ اٹھانا اور قدر زائد (Surplus Value) پیدا کرنا تو ایک طرف
 رہا۔ ایسا احسان کرنے کی بھی ممانعت کر دی جس کا بدلہ زیادہ لینے کی خواہش ہو۔
 انقلاب کا بنیادی اصول | انقلاب صالح کا بنیادی اصول یہ ہے۔ کہ انسانیت
 کو ظلم و ستم سے محفوظ کر کے اس میں رفاہ عامہ کے ادارے قائم کئے جائیں نہ کہ

اپنے اتقاع (Exploitation) کا صیغہ کھول لیا جائے۔ اگر باپ اپنے بیٹے سے یا اُستاد اپنے شاگرد سے حد سے زیادہ کام لینے لگ جائے گا۔ تو بیٹا یا شاگرد نا فرمان ہو جائے گا۔ ایسے ہی اگر حکومت رعایا سے حد سے زیادہ فائدہ حاصل کرنا شروع کر دے گی تو سلطنت و رہم برہم ہو جائیگی۔

سربابہ پرستانہ نظام کی بربادی کے | کسی نظام حکومت کی بربادی کے عمود وہی اسباب۔ شاہ ولی اللہ کے نظریات سبب ہوا کرتے ہیں یعنی حکام کی عیاشی اور کام سے گریز اور ٹیکسوں کی بھرمار۔ چنانچہ حجۃ الاسلام امام ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ :-

وغالب سبب خراب البلدان فی هذا الزمان شیطان
 اُحدہما تضییقہم علی بیت المال بأن یعتادوا التکسب
 بالآخذ منه علی اُخذ من الغزاة أو من العلماء الذین
 لهم حق فیہ او من الذین جرت عادة الملوك بصلتہم
 كالزهاد والشعراء او بوجه من وجوه التکدی ویکون
 العمدۃ عندہم هو التکسب دون القيام بالصلحۃ
 فیدخل قوم علی قوم فینغصون علیہم ویصیرون کلاً
 علی المدینۃ، والثانی ضرب الضرائب الثقیلۃ علی
 الزراع والتجار والمتخرفۃ والتشدید علیہم حتی
 یفضی الی اجماف المطاوعین واستئصالہم والی
 تمنع اولی باس شدید وبعینہم۔

وانما تصلح المدينة بالجباية اليسيرة واقامة المحفظة
بقدر الضرورة فليتنبه اهل الزمان لهذه النكته۔
والله اعلم (حجۃ اللہ البالغہ جلد اول صفحہ ۴۵)

یعنی آج کل جو شہر برباد ہو رہے ہیں تو اس کے دو بڑے سبب ہیں :-

(۱) ناحق مال بٹورنا لوگ سرکاری بیت المال کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور مختلف

بہانوں سے روپیہ اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ہم سپاہی ہیں ہمیں

پنشن ملنی چاہئے۔ یا ہم زمرہ علماء سے ہیں ہمیں کوئی جاگیر وغیرہ ملنی

چاہئے یا وہ لوگ زائد اور شاعر کی حیثیت سے آتے ہیں جن کو صلہ

دینا بادشاہوں کی عادت میں داخل ہے یا اسی قسم کے اور بہانے

بناتے ہیں۔ اور اس طرح وہ بیت المال میں سے روپیہ حاصل کرتے

ہیں۔ وہ بیت المال سے مشاہرے تو حاصل کرتے ہیں۔ لیکن اسکے

عوض میں کام کوئی نہیں کرتے۔ رفتہ رفتہ اس قسم کے لوگوں کی تعداد

بڑھ جاتی ہے اور پھر وہ ایک دوسرے کے لئے تنگی کا باعث ہو جاتے

ہیں اور شہر برباد بن جاتے ہیں۔

(۲) گراں ہار ٹیکس شہروں کے برباد ہونے کا دوسرا سبب یہ ہوتا ہے کہ حکام

کاشتکاروں، تاجروں اور پیشہ وروں پر بھاری بھاری ٹیکس لگاتے ہیں۔

اور ان کی وصولی کے لئے انہیں بہت تنگ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جو

لوگ بخوشی ٹیکس ادا کرتے ہیں ان کا استیصال کر ڈالتے ہیں اور

جو لوگ سخت ہوتے ہیں وہ ٹیکس ادا کرنے سے انکار کر دیتے ہیں اور

بغاوت اختیار کر لیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شہر آسان ٹیکسوں اور ضرورت کے مطابق
محافظین کا مقرر کرنے ہی سے اچھا رہ سکتا ہے۔ ہمارے زمانے
کے لوگ اس نکتے سے تنبیہ حاصل کریں۔

ایک اور جگہ رومی اور ایرانی بلوکیوں کی حالت قلمبند فرماتے ہوئے
لکھتے ہیں کہ :-

کسریٰ و قیصر کی تباہی کی مثال | اعلم ان العجم والسرزم لما توارثوا الخلافة
قرونا كثيرة وخصا ضررا في لذة الدنيا ونسوا الدار الاخرة
واستخوذ عليهم الشيطان تعمقوا في مرافق المعيشة
وتباهاها ووسد عليهم حکماء الافاق يستنبطون
لهم دقائق المعاش ومرافقه فما زالوا يعماون بها ويزيد
بعضهم على بعض ويتباهاون بها حتى قيل انهم كانوا
يعيرون من كان يلبس من صناديدهم منطقة او
تاجا قيمتها دون مائة الف درهم او لا يكون له
قصر شامخ و آبن و حمام و بساتين و لا يكون له دواب
فارهة و غلمان حسان و لا يكون له توسع في المطاعم
و تجمل في الملابس و ذكر ذلك يطول و ما تراه من ملوك
بلادك بغنيك عن حكاياتهم فدخل كل ذلك في
اصول معاشهم و صاروا يخرج من قلوبهم الا ان

تمزق وتولد من ذلك داء عضال دخل في جميع اعضاء
المدينة وآفة عظيمة لم يبق منه احد من ^{قهر} اسوا
ورستاقهم وغيرهم وفقيرهم الا قد استولت عليه
واخذت بتلابيبه واعجزته في نفسه واهاجت
عليه غموما وهموما لا اس جباء لها وذلك ان تلك
الاشياء لو تكن لتحصل الا ببذل اموال خطيرة ولا ^{تحصل}
تلك الاموال الا بتضعيف الضرائب على الفلاحين
والتجار واشباههم والتضييق عليهم فان امتنعوا
قاتلوهم وعذبوهم وان اطاعوا جعلوهم بمنزلة الحمير
والبقر يستعمل في النضح والدياس والحصاد وارتقت
الا ليستعان بها في الحاجات ثم لا تترك ساعة من
العناء حتى صاروا ويرفعون رؤسهم الى السعادة
الاخروية اصلا ولا يستطيعون ذلك وربما كان
اقلير واسع ليس فيهم احد يحمه دينه ولم يكن ^{لحصول}
ايضا الا يقوم يتكسبون بتهيئة تلك المطاعم والملا ^{بس}
والابنية وغيرها ويتزكون اصول المكاسب التي
عليها بناء نظام العالم وصار عامة من يطوف عليهم
يتكافون محاكاة الصناديد في هذه الاشياء والاولم
يجدوا عند هم خطوة ولا كانوا عند هم على بال، و

جمہور الناس عیالاً علی الخلیفة یتکفون منہ تارة علی
انھم من الغزاة والمدبرین للمدینة یتسمون برسوخیم
ولا یدیکون المقصود دفع الحاجة ولكن القیام بسیرة سلفهم
وتارة علی انھم شعراء جرت عادة الملوك بصالتھم و
تارة علی انھم زهاد وفقراء یقع من الخلیفة ان لا یتفقد
ھا لھم فیضیق بعضهم بعضاً وتوقف مکاسبهم علی
صحبة الملوك والرفق بهم وحسن المجاورة معہم ^{والتعلق}
منہم وكان ذلك هو الفن الذی تتعمق افکارھم فیہ
وتضیح اوقا تھم معہ (حجة اللہ البالغہ ص ۱۰۵-۱۰۶)

ایرانیوں اور رومیوں کی عیاشی جب ایرانیوں اور رومیوں کو حکومت کرتے
صدیاں گزر گئیں اور دنیوی تعیش کو انہوں نے اپنی زندگی بنا لیا اور
آخرت تک کو بھلا بیٹھے اور ان پر شیطننت غالب آگئی تو اب انکی زندگی
کا حاصل یہ بن گیا کہ وہ عیش پسندی میں منہمک ہو جائیں چنانچہ ان
میں ہر ایک شخص داد عیش دینے لگ گیا اور اس پر اترانے لگا۔ یہ دیکھ کر
دنیا کے ہر گوشے سے علماء اور حکماء ان کے ارد گرد جمع ہونے لگ گئے
جو ان کے لئے سامان عیش مہیا کرنے کے لئے عجیب عجیب دقیقہ سنجیوں
اور نکتہ آفرینیوں میں مصروف نظر آنے لگے۔ اور اس سلسلے میں ایک
دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کی کوشش اور ان ایجادوں پر فخر کرنے
لگے حتیٰ کہ ان امر اور سرمایہ داروں کا یہ حال ہو گیا کہ جس کسی کے پاس

ایک لاکھ و نیم سے کم مالیت کا پٹک یا ٹوپی ہوتی تھی اسے سخیلی کا عار دلا جاتا تھا۔ ایسے ہی انہوں نے عالی شان سر بفلک محل آبرن اور حمام بے نظیر پاتیں باغ سواری کے نمائشی جاتور۔ خوبصورت غلام اور حسین بانڈیاں اپنی زندگی کے لئے لازم قرار دے لیں۔ اور زندگی کی ضرورت اصلی اسے سمجھ لیا کہ صبح و شام عیش و نشاط کی محفلیں ہوں جن میں طرح طرح کے کھانے وسیع دسترخوانوں پر جھے ہوں اور خود لباس فاخرہ پہنے ہوتے ہوں۔

اٹھارھویں صدی | الغرض ان ملوک ایران و روم کی یہ داستان پاستان کہاں تک کی واپی کی حالت | بیان کی جاتے۔ تم اپنے زمانے کے پادشاہان و پٹی کی جو حالت دیکھتے ہو وہی ان ملوک ایران و روم کی حالت کا قیاس کرنے کے لئے بالکل کافی ہے۔

ان ملوک و امراء کی زندگی کے یہ طور طریقے رفتہ رفتہ عوام کے نظام معاش کے اصل اصول بن گئے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ سوسائٹی میں سے ان خرابیوں کا استیصال ناممکن ہو گیا۔ اس کی یہی ایک صورت باقی رہ گئی۔ کہ ممکن ہو تو یہ چیزیں کھرچ کھرچ کر لوگوں کے دلوں میں سے نکال ڈالی جاتیں۔ پادشاہوں اور امیروں کی اس طرح عیاشانہ زندگی بسر کرنے سے بہت سے خطرناک امراض پیدا ہو گئے جو حیات معاشری (Social Life) کے ہر شعبے میں داخل ہو گئے اور یہ حالت ایسی ہمہ گیر ہو گئی کہ وبا کی طرح ساری مملکت میں سرایت کر گئی۔ اور اس سے نہ بازاری بچانہ دہاتی۔ نہ امیر محفوظ رہا نہ غریب۔ یہاں تک کہ ہر شخص

اس کی خرابیاں دیکھ کر مگر علاج نہ پا کر عاجز آ گیا۔ اور بے حد و نہایت
مالی مصائب میں مبتلا ہو گیا۔

ٹیکسوں کی بھربھار | اس ہمہ گیر مالی مصیبت کا سبب یہ تھا کہ یہ سامان عیش
کثیر دولت صرف کتبے بغیر حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ اور مالِ خطر کا شکار
اور تاجروں وغیرہ پر نئے ٹیکس لگانے اور پہلے کے لگے ہوئے ٹیکس
بڑھانے کے سوا حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ پھر ان لوگوں کو طرح طرح سے
تنگ کر کے ٹیکس وصول کئے جاتے تھے۔ اور اگر ٹیکس دینے سے انکا
کرتے تو ان کے خلاف فوجی کارروائی کی جاتی اور انہیں گرفتار کر کے طرح
طرح سے عذاب دیا جاتا تھا اور اگر وہ اطاعت شعاری کے ساتھ
ٹیکس ادا کرتے رہتے۔ تو ان سے ٹیکس وصول کرتے کرتے ان کو گدھوں
اور بیلیوں کے درجے پر پہنچا دیا جاتا۔ جن سے آبپاشی، فصل کاٹنے
اور گاہنے کا کام لیا جاتا ہے۔ اور جن کو صرف اس لئے زندہ رکھا
جاتا ہے کہ ان سے حاجت براری کی جاتی ہے۔

عوام کی حالت | اس تنگ حالی اور بے سرو سامانی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ عوام
ٹیکس ادا کرنے اور اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے مکانے
کے سوا اور کوئی کام کر ہی نہیں سکتے۔ چہ جائیکہ سعادتِ اخروی کے
متعلق کچھ سوچ سکیں۔ اور رفتہ رفتہ ان میں اس طرح فکر کرنے اور چہنچہ
کا مادہ ہی فنا ہو جاتا ہے۔ اور بھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ملک
کے ملک میں ایک شخص بھی ایسا نہیں رہتا کہ وہ مادی اسباب کے

حصول سے اوپر نظر اٹھا کر غیر مادی کائنات کے اصول حیات کے مطابق
بھی کوئی حرکت کر سکے۔

انسانی معاشرہ پرخیز ناک اثر | اس فاسد معاشی نظام میں سامان عیاشی جہاں
مال خلیج کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے وہاں ان کے حصول کے لئے یہ بھی
ضروری ہو جاتا ہے کہ بعض لوگوں کو ان عیاشیوں کے لئے طرح طرح کے
کھانے اور عیاشی میں مدد دینے والی دوائیں تیار کرنے اور لباس فائبر
ایجاد کرنے اور عالیشان محلات بنانے کے پیشے اختیار کرنے پڑتے
ہیں۔ جن کی وجہ سے پیشے رہ جاتے ہیں۔ جن پر انسانی معاشرے
(Human Society) کی ہستی کا مدار ہے۔

یہ مصیبت صرف بادشاہوں اور امیروں کے طبقے ہی میں بند
نہیں رہ جاتی بلکہ رفتہ رفتہ عوام جن کا واسطہ ان امیروں سے پڑتا ہے
اپنے امیر آقاؤں کی ریس کرنے لگ جاتے ہیں۔ ورنہ انہیں ان آقاؤں کی
نگاہوں میں عزت و احترام نصیب نہیں ہوتا اور نہ ان کے درباروں
میں قدر ہوتی ہے۔

بیکاری کی مصیبت | اس طرح رفتہ رفتہ امیر و غریب سب لوگوں کا بار کفالت
پادشاہ پر آ پڑتا ہے۔ اور وہ اس سے روزینہ طلب کرتے ہیں۔ مثلاً
ایک طبقہ تو جہاد کہتے بغیر مجاہد باپ دادا کے نام سے وظیفہ خوری
کرتا ہے۔ دوسرا طبقہ مدبرین مملکت کے نام سے پل رہا ہوتا ہے حالانکہ
وہ خود اس سلسلے میں کوئی کام نہیں کرتے صرف اپنے باپ دادا کے نام

کو کھلتے ہیں۔ ایک گروہ پادشاہ اور امراء کی قصیدہ خوانی کر کے ان کے خوانِ کرم سے زلہ ربانی گرتا ہے۔ کوئی صوفی اور فقیر بن کر دعا گوئی کے بہانے مالی استحصال کرتا ہے۔

پھر ان لوگوں کی تعداد بڑھنے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے کے لئے معاشی تنگ حالی کا موجب بن جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ کسب معاش کے بہترین مفید ذرائع کے بجائے ان لوگوں کا ذریعہ امر کی مصابحت اور ندیمی چرب زبانی اور چا پلوسی رہ جاتا ہے۔ اور اب اہل فکر کے اذکار انہی ”فنون لطیفہ“ میں دقیقہ سنجی کرنے میں وقف ہو جاتے ہیں اور وہ انہی میں اپنے اوقاتِ عزیز ضائع کرنے لگ جاتے ہیں۔“

یہ وہ حالت ہے جب دنیا میں انقلاب آتا ہے اور یہی وہ زمانہ ہے جب

قرآن نے انقلاب کی دعوت دی۔

(۷) وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (اور اپنے رب پر صبر کر)

انقلاب کے لئے استقامت کی ضرورت | صاحبِ اقتدار لوگ جن کے مستقل مفادات (Vested Interests) کو اس ”انسانی“ پروگرام سے زک پہنچنے کا اندیشہ ہوگا۔ وہ اپنی طرف سے انتہائی کوشش کریں گے کہ تمہیں اس پروگرام سے ہٹا دیں لیکن تم قرآن کے اس بین الاقوامی پروگرام پر ڈٹے رہو۔ ہر مصیبت کا استقلال کے ساتھ مقابلہ کرو اور کسی لالچ یا ڈھکی میں نہ آؤ۔ اگر مخالفین تمہیں انقلاب کی تعلیم سے باز رکھنے کے لئے مشروط طور پر حاکم بھی بنانے کے لئے تیار ہو جائیں تو بھی یہ ”اعزاز“ قبول نہ کرنا اور اگر تمہیں دھکیاں دیں تو خدا پر بھروسہ رکھ کر کام جاری

رکھنا اور اسی کوشش میں لگے رہنا کہ تمہارے رب کا قانون نافذ ہو۔
خلاصہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حکم دیا گیا تھا کہ قَدْ
فَإِنذِرْهُمْ (اٹھ کر ان لوگوں کو ڈراؤ) اس کی تفصیل ختم ہو گئی۔ اور ”ڈرانے“
 کا مقصد واضح کر دیا گیا۔ یعنی

(۱) خداوند تعالیٰ ہی کو تمام طاقتوں سے بالاتر تسلیم کرو۔

(۲) ہر قسم کی ظاہری طہارت (پاکیزگی) اختیار کرو۔

(۳) اخلاق و اعمال اور خیالات کی پاکیزگی اختیار کرو۔

(۴) انتفاع پسندی سے باز رہو۔

(۵) اللہ اور صرف اللہ پر بھروسہ کرو۔

اس انذار کے معنی یہ ہیں کہ اخلاق اربعہ — اخبات، طہارت،
 سماحت اور عدالت — اختیار کرو۔ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔ جو لوگ اس
 انقلاب کی مخالفت کریں گے۔ وہ بچ نہیں سکتے۔

قرآن کے انذار کا نتیجہ | اس انذار (ڈراؤ) کے اعلان کے بعد دو قسم کے لوگ
 ہو جائیں گے :-

(۱) انکار کرنے والے

(۲) ماننے والے

اب پہلے نہ ماننے والوں کا حال بیان کیا جائے گا۔ اس کے بعد ماننے
 والوں کی کامیابی کی کیفیت بیان کی جائے گی۔

جو لوگ اس انذار کی مخالفت کرتے ہیں ان کے درجے مختلف ہوں گے۔

(۱) ایک آدمی اُسے سُن تو لیتا ہے۔ لیکن وہ اسے سمجھتا نہیں۔ اگر اسے سمجھایا جائے تو مخالفت ترک کر دے گا۔

(۲) دوسرا شخص اسے سمجھتا ہے۔ مگر دیکھتا ہے کہ اگر میں نے اس مسدک کی پیروی کی تو میرے مفادات کو نقصان پہنچے گا۔ اس لئے وہ پوری کوشش کے ساتھ اس انقلاب کی مخالفت کرتا ہے۔ قرآن اسے کافر قرار دیتا ہے۔ اگلی آیتوں میں اس کی تشریح کی گئی ہے۔

(۸) فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ (جب بجایا جائے ناقور (کھوٹی چیر)

(۹) فَذَٰلِكَ يَوْمُ الْيَوْمِ (تو وہ دن مشکل ہے)

(۱۰) عَلَى الْكَافِرِينَ (منکروں کے لئے آسان نہیں)

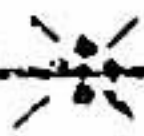
قیامت اور انقلاب | مفسرین کرام ان آیات کو قیامت پر محمول کر کے خاموش ہو گئے ہیں۔ مگر جیسے "المزمل" کی تفسیر میں دکھایا جا چکا ہے۔ قیامت کبریٰ سے پہلے دنیا میں قیامت صغریٰ آئے گی۔ اور وہ یوم انقلاب ہوگا چنانچہ حجاز میں وہ دن آیا تو وہ اس انقلاب کے مخالفوں کے لئے آسان نہ تھا جب ان کے لئے موت کا تصور بھونکا گیا تو ابو جہل اور اس کی جماعت کا جو حال ہوا اس کا اندازہ بدر کی جنگ سے لگایا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی خندق کی جنگ میں مخالفین کو جس طرح راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اور جس ذلت و خواری سے پسپائی کی اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جو اس مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ (خدا اس مصیبت سے بچائے)

الغرض وہ یوم انقلاب آنے والا ہے۔ جب تک وہ آئے خدا تعالیٰ

پر بھروسہ کر کے استقامت اور استقلال کے ساتھ کام کئے جاؤ اور لڑنے
بھڑنے کی طرح نہ ڈالو۔ کیونکہ تیاری کے ایام میں لڑنا اس تحریک کے لئے
مضر ہوگا۔

ان آیات کے بین السطور میں یہ صاف نظر آتا ہے کہ وہ دن آنے والا
ہے۔ جب اس تحریک کے مخالفین برباد ہو جائیں گے اور ظاہر ہے کہ اس روز
یہ مخالفین مسلمانوں کے ہاتھوں برباد کرائے جائیں گے۔ اسی لئے اس سورت
میں بھی روز اول ہی سے دینی زبان اور مبہم الفاظ میں آنے والی جنگوں کا ہلکا سا
تصویر دیا گیا ہے۔ اس فکر کی وضاحت اگلے سال نازل ہونے والی سورت
الْمُرْسَل میں کر دی گئی۔ اور کہہ دیا گیا کہ وَأَمْخَرُونَ

يَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (علاوہ بریں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی راہ میں
مصرف قتال ہوں گے) اس فکر قتال کی توضیح کے لئے آگے چل کر سورۃ القتال
اور سورۃ توبہ نازل ہوئیں۔ جن میں جنگ کا بین الاقوامی قانون تفصیل کے ساتھ
دیا گیا ہے۔



بین الاقوامی پروگرام کے نتائج

بین الاقوامی پروگرام کے مخالفین

سربراہ پرستانہ ذہنیت کا تجزیہ | قرآن حکیم کا یہ عام اسلوب بیان ہے کہ وہ رجعت پسند (Reactionary) مخالفین کی ذہنی کیفیت بیان کرنے کے لئے ایک نمونے کا شخص لے لیتا ہے اور پھر اس کی ذہنیت کا تجزیہ کرتا ہے۔ اگلی آیتوں میں قرآنی تحریک انقلاب کے مخالف کا اسی طرح نفسیاتی تجزیہ (Psychological Analysis) کر کے دکھایا گیا ہے۔ تاکہ سمجھدار لوگ انقلاب کی حقیقت کو سمجھ جائیں۔ کیونکہ صحیح کیفیت اور غلط ذہنیت پاس پاس لانے سے انقلاب کی اصل حقیقت اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

(۱۱) ذُرِّيٌّ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا (چھوڑ دے مجھے اور اسے

جسے میں نے اکیلا پیدا کیا)

تحریک قرآن کا ایک مخالف ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کا اگلو تا بیٹا ہے۔ ورثے میں اس کا کوئی شریک نہیں، لیاقت میں بھی وہ منفرد ہے۔ وہ اپنے گھرانے میں امیرانہ ٹھاٹھ سے پرورش پاتا ہے۔ (وہ جس قسم کی ذہنیت پیدا کر لے گا۔ وہ آگے بیان کی جائے گی) تم اس کی فی الحال پروا نہ کرو اسے میرے حوالے کر دو۔

وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا (اور میں نے اسے پھیلا کر مال دیا)

وہ جوان ہوتا ہے تو تجارت، زراعت اور صنعت و سرفت کے کارخانوں کا مالک ہوتا ہے۔ وہ مادی ترقی میں لیاقت سے کام کرتا ہے تو اُسے خوب مال و دولت سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

(۱۳) وَبَنِينَ شُهُودًا (اور بیٹے جو) آنکھوں کے سامنے) موجود رہتے ہیں)

اس کی اولاد اس کے سامنے رہتی ہے۔ کیونکہ اس کے کچھ کیریے کھیتوں میں کام کرتے ہیں اور کچھ کارخانوں میں لہو سپینہ ایک کر رہتے ہیں۔ یہ چوپال یا کلب روم (Club-room) میں دوستوں کی محفل میں بیٹھا ادھر ادھر کی لپوں میں وقت گزارتا ہے۔

(۱۴) وَهَكَذَا تُلٰهُ تَحْسِبُ (اس کے لئے بڑی فراخی پیدا کر دی)

وہ اپنے سرمائے کی ترقی سے مطمئن ہے۔ اگر کسی موقع پر فصل میں غلہ کم ہوتا ہے تو کارخانے سے خوب نفع ہو جاتا ہے۔ اس طرح ایک مد کی دوسری مد سے پوری ہو جاتی ہے۔ اور اس کا نفع بڑھتا رہتا ہے۔

ایک شخص ہے جو اپنے مال باپ کا اکوٹا بیٹا ہے۔ اور ان کا تناواریت ہے۔ مال و منال سے سرفراز ہے۔ صاحب اولاد کثیر ہے۔ بہت سی مدات سے آمدنی کا مالک ہے۔ ایسے شخص کی ذہنیت سرمایہ پرستانہ ہو جانا تجب انجیز نہیں۔ اور ایسا ہی شخص اپنے قبیلے کا سردار یا برادری کا چوہدری بھی بن جایا کرتا ہے

(۱۵) ثُمَّ نَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ (پھر وہ لالچ رکھتا ہے۔ کہ اور بھی دوں)

باوجود اتنی دولت ثروت کے وہ تناواریت کے پھیر میں ہے۔ اس کی زردستی کی یہ حالت ہے کہ وہ ہر وقت متمنی رہتا ہے کہ اس کے سرمایے میں اضافہ ہوتا

رہے اور اس کے مناصب میں ترقی ہوتی رہے۔ یہ اس کی سرمایہ پرستانہ
 ذہنیت کا صحیح نقشہ ہے۔ وہ صرف اپنے سرمایہ اور منصب میں ترقی کا
 خواہشمند رہتا ہے۔ مزدوروں اور کمپروں کی فلاح کا نام تک نہیں لیتا
 اور غریب طبقے کو ترقی دینے والی تعلیم کی مخالفت شروع کر دیتا ہے۔

(۱۶) كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِأَيْتِنَا عَنِيْدًا (ہرگز نہیں، وہ تو ہماری

آیتوں کا مخالف ہے)

لیکن ایسے مخالف سرمایہ پرست کو ہرگز بڑھنے نہیں دیا جائے گا۔

کیونکہ وہ انقلابی پروگرام (Revolutionary Programme) کا مخالف
 ہے۔ بلکہ اپنی ارتجاعی جماعت (Reactionary Party) کا رہنما بن کر
 اس بین الاقوامی انقلاب کی تحریک کی مخالفت میں زور لگائے گا۔ لیکن کیا
 وہ اس انقلاب کے مقابلے میں آکر کامیاب ہوگا؟ ہرگز نہیں (کلا) کیونکہ یہ تو اپنے
 اور اپنی اولاد کے سوا کسی کو لیڈر دیکھ ہی نہیں سکتا۔ حالانکہ انسانیت کا
 بھلا اس میں ہے کہ جو بہتر ہو وہ انقلاب کا لیڈر بنے۔ یہ دنیا میں انقلاب
 کس طرح لاتے گا۔ یہ تو اپنے ہی مال و متاع کے بڑھانے کی فکر میں ہے
 یہ انسانیت کی بہتری کے لئے کچھ صرف کرنا جانتا ہی نہیں۔ یہ تو
 بین الاقوامی انقلاب (World Revolution) سے منہ موڑے ہوئے

ہے جس کے نشانات صاف نظر آ رہے ہیں (انہ لا یتنا عنیداً)

(۱۷) سَأُرْهِقُهُ صَعُوْدًا (اسے چڑھواؤں گا سخت چڑھائی)

سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا انجام ایسا شخص انقلاب صالح کے رہنما (حضرت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کیسے بڑھ سکتا ہے؟ اس کی ہر ایک ترقی، ترقی، معکوس ہوگی۔ یہ اپنی ارتجاعی پارٹی (Reactionary Party) کے بل بوتے پر نوع انسانی کے سب سے بڑے بین الاقوامی لیڈر کو گرا کر ابھرنے چاہتا ہے۔ تو یہ ارتجاعی (Reactionary) اپنے خیال میں اونچا بھی جا رہا ہوگا تو حقیقت میں گر رہا ہوگا۔ جتنا زیادہ اونچا جائے گا اتنا ہی وہ زیادہ شدید عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اور مرنے کے بعد جہنم میں اُسے اس الٹی چڑھائی کی مشق کرنی ہوگی۔ وہ جہنم میں ایک پہاڑی پر چڑھے گا لیکن اس کے پاؤں ترقی کی طرف نہیں جائیں گے۔ بلکہ اوپر چڑھ کر پھر گرتا جائیگا۔ مگر اپنے ذہن میں خیال کرے گا کہ میں چڑھ رہا ہوں۔ وہ جہنم میں اس خیالی غلطی میں مبتلا رہے گا۔ اور چڑھنے اور گرنے کی مصیبت میں پھنسا رہے گا۔

(۱۸) اِنَّهُ فَكَّرُ وَقَدَّرَ (اس نے سوچا اور دل میں اندازہ لگایا)

مخالفانہ جانچ پڑتال | یہ مخالف انقلاب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک کے متعلق سوچتا ہے اور دل میں اندازہ لگاتا ہے کہ یہ تحریک کن کن منازل میں سے گزرے گی۔ اور کہاں تک ترقی کر سکے گی۔

(۱۹) فَضَلَّ كَيْفَ قَدَّرَ (کبخت نے کیا اندازہ لگایا)

اس ارتجاعی نے اس انقلابی تحریک کے متعلق غلط اندازہ لگایا۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ چند قبائل عرب میں ایک وقتی ہیجان پیدا کر کے ختم ہو جائیگی۔ لیکن اُسے کیا معلوم کہ یہ محض قبائلی یا قومی تحریک نہیں ہے۔ یہ بین الاقوامی تحریک ہے۔

(۲۰) ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّسَ (خدا غارت کرے) کیا سوچا اس نے
 اس نے اس تحریک کے متعلق غلط اندازہ لگایا اور اپنی اس غلطی کی وجہ
 سے اس دنیاوی زندگی میں اور پھر اس کے جزو ثانی — آخروی زندگی
 میں — ناکام ہوگا (مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ الْعَمَى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَى
) (سوسہ بنی اسرائیل : ۷۲) جو اس دنیا میں کور باطن رہا وہ دوسری زندگی
 میں بھی کور چشم ہی اٹھے گا) اور ناکامی اور نامرادی سے دوچار ہوگا۔ اس کی
 ارتجائی تحریک (Reactionary Movement) ناکام رہے گی اور وہ
 ہلاک ہو جائے گا۔

(۲۱) ثُمَّ نَظَرَ (اس نے پھر نگاہ ڈالی)
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انقلابی تحریک کا اندازہ لگانے کے بعد
 وہ پھر غور سے دیکھتا ہے کہ آیا اس تحریک کا کوئی پہلو میری نظر سے مخفی تو نہیں
 رہ گیا؟

(۲۲) ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَسَ (پھر اس نے تیوری چڑھائی اور ترش رو ہوا)
 وہ اس انقلابی تحریک کے ساز و سامان (ظاہری صنعت اور کمی سرمایہ)
 کو نظر حقارت سے دیکھتے ہوئے تیوری چڑھاتا ہے (عَبَسَ) اور جس طرح
 ابتدا میں ہر انقلابی تحریک پر لوگ ترشرونی کا اظہار کرتے ہیں یہ بھی اس
 تحریک پر ترشرونی کا اظہار کرتا ہے (بَسَسَ)

(۲۳) ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ (پھر پیٹھ پھیری اور غرور کیا)
 پھر اس تحریک کو کمزور سمجھ کر منہ موڑ لیتا ہے اور اپنے ارتجائی پروگرام

(Reactionary Programme) کی کامیابی کے خیال سے پھولا نہیں

سماتا (استکبر)

(۲۴) فَقَالَ اِنَّ هَذَا اِلَّا سِحْرٌ قَدِيمٌ (پھر بولا اور کچھ نہیں

یہ جادو ہے جو چلا آتا ہے)

مخالفانہ پراپیگنڈہ اب وہ اس انقلابی تحریک کے خلاف پراپیگنڈا شروع کر دیتا ہے۔ اور جو لوگ اس تحریک کے پروگرام کو قبول کر کے اس نئی پارٹی میں شامل ہو رہے ہیں۔ ان کے متعلق کہتا پھرنا ہے۔ کہ یہ لوگ سحر زدہ ہیں۔ یہ تحریک چونکہ عوام کو اٹھانا چاہتی ہے۔ اس لئے عوام ہی اس میں زیادہ تر شامل ہوتے ہیں۔ ان کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ یہ فلاکت زدہ لوگ ایک خوش آئند مستقبل کے تصور کے سحر میں مبتلا ہیں جو کبھی شرمندہ تصدیق نہ ہوگا۔

(۲۵) اِنَّ هَذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (اور کچھ نہیں یہ ایک انسان

کی بنائی ہوئی بات ہے)

وہ اس انقلابی پروگرام کے خلاف یہ بھی کہتا پھرنا ہے کہ یہ پروگرام الہامی تصور ہی ہے جو انسانیت کے لئے مستقلاً مفید ہو۔ اس کے پیچھے خدائی امداد بھی نہیں ہے۔ کہ یہ ضرور کامیاب ہو۔ بلکہ یہ تو اس انسان (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا خود ساختہ پروگرام ہے۔ جو اس شخص اور اس کے خاندان ہی کے کام آئے گا۔ یعنی یہ شخص اپنے یا زیادہ سے زیادہ اپنے خاندان کے حق میں انقلاب پیدا کر کے بیٹھ جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ عوام کو

اس تحریک سے الگ کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ اسے انسانیت عام کی تحریک سمجھ کر اس کے ساتھ اپنے مفادات وابستہ نہ کر بیٹھیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ اس انسان کا بتایا ہوا پروگرام ہے۔ اس قسم کا ہم بھی بنا سکتے ہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعوت کرتے ہیں کہ ان کی دعوت تمام اقوام میں پھیل جائے گی۔ اور ان سب پر غالب آجائے گی۔ اور یہی اس دعوت کی سچائی کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ یہ خدا کی جانب سے ہے۔ لیکن مخالفین اس تحریک کو ایک عام وقتی تحریک کے طور پر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عام بات ہے ایسی تحریکیں اٹھا ہی کرتی ہیں۔ ہم بھی اس قسم کا پروگرام بنا سکتے ہیں۔ یہ مخالف جب اس دُنیا سے کوچ کرے گا تو بیدھا جہنم میں ڈالا جائیگا۔

(۲۶) سَأَصْلِبُهُ سَقْرًا غَرِيبًا (سے آگ میں ڈالوں گا)

ارتجاع کا انجام اس ارتجاعی (Reactionary) کے لئے اس ظلم اور بد اخلاقی کی آگ سے بچنا محال ہے۔ جو وہ اپنے لئے پیدا کر رہا ہے۔ وہ اس میں ڈالا جائے گا۔ ایسے ہی انقلاب لانے والی پارٹی اسے دُنیا میں سزا دے گی وہ زندہ رہا تو ان کے ہاتھوں سے بچ نہ سکے گا۔

(۲۷) وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقْرٌ (اور تو کیا سمجھے کہ آگ کیسی ہے؟)

انسان ابھی اس جہنم کی حقیقت سے واقف نہیں۔

(۲۸) لَا تَبْقَىٰ وَلَا تَذَرُ (وہ نہ باقی رکھے نہ چھوڑے)

یہ آگ نہ تو میدان مقابلہ ہی میں رجعت پسندوں (Reactionaries)

کو رہنے دیگی اور نہ آئندہ زندگی میں ان کا پیچھا چھوڑے گی۔

(۲۹) كُوَّأَحَدٌ لِّلْبَشَرِ (جھلس دینے والی آدمی کو)

جہنم کی حقیقت | یہ جہنم جس میں یہ سرمایہ پرست ڈالا جائے گا۔ عجیب مقام ہے۔ اس کی حقیقت سے انسان ابھی اچھی طرح واقف نہیں ہے۔ اس میں جس آگ سے واسطہ ہوگا وہ انسان اپنے ساتھ اس دنیا سے لے جاتا ہے۔ جس طرح بدن انسانی کے اندر صفرا، سودا، بلغم، اور خون چار خلطیں ہیں اور ان کی خرابی (مسٹر اند) سے بدن کے اندر حرارت پیدا ہو جاتی ہے جس سے انسان کا جسم جھلسا جاتا ہے۔ ایسے ہی انسان کے نسیمی جسم (Nismic Body) میں جو اس مادی جسم کے اندر پرورش پاتا ہے۔ انسان کے برے اخلاق اور برے اعمال کے نتائج جمع ہو رہے ہیں۔ وہ مختلف قسم کے ”زہریلے مادے“ جو انسان کے بدن میں اکٹھے ہو رہے ہیں۔ جب یہ انسان جہنم میں جائے گا۔ وہاں وہ خاص خاص قسم کے ”آگ“ کے ذخیروں کے پاس سے گزرے گا تو جس قسم کا زہر جس قسم کی ”آگ“ سے متاثر ہو سکتا ہے اس قسم کی ”آگ“ سے متاثر ہو کر اندر ہی اندر بھڑک اٹھے گا۔ اور اس کی سوزش درونی کا اثر نسیمہ انسانی پر ظاہر ہوگا۔ چنانچہ سورہ ہمزہ میں اس آگ کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا گیا ہے۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ الْمُؤَقَّدَةَ ۗ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْدَانِ ۗ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَقَّدَةٌ ۗ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۗ

یہ وہ خوفناک حالت ہوگی جس سے بچنے کے لئے انسان سب کچھ کرنے کو تیار ہوگا۔ لیکن وہاں کچھ زہن سکے گا۔ اور اسے اپنے کتے کی پوری

پوری سزا بھگتنی پڑے گی۔ اور جس طرح بدن انسانی کے اندر سے سارا زہر خارج ہوتے بغیر صحت حاصل نہیں ہو سکتی ایسے ہی نسیمۃ انسانی میں سے زہریلے اخلاق کا اثرات خارج ہوتے بغیر صحت روحانی حاصل نہ ہو سکے گی۔

پس انسانیت کے مصالحو کلیہ (Human Weal) اور رفاہ عامہ (Public Weal) کے مخالفین کے لئے قوانین انسانیت کی خلاف ورزی کرنا معمولی بات نہیں۔ جو لوگ فطرت انسانی کی خلاف ورزی کریں گے ان کو یہ آگ جلاتی رہے گی۔

(۳۰) عَلِيْهَا تَسْعَةُ عَشْرًا (اس پر انیس ہیں)

ایک نفسیاتی نکتہ | انسان کی رُوح میں انیس مرکز ہیں جن کے ذریعے سے وہ اپنی تکمیل کرتی ہے۔ جو لوگ روحانی سلوک کے عامل ہیں وہ انہیں خوب جانتے ہیں۔ ان انیس مراکز کے مطابق جہنم میں بھی اصلاح کے انیس مراکز ہیں اور ہر ایک مرکز کا ایک جداگانہ ”محکمہ“ سمجھنا چاہئے۔ ہر روحانی ”مرکز“ کی خرابی کی جداگانہ سزا ہوگی۔

۱۷ انیس مراکز یہ ہیں :- (۱-۵) حواس خمسہ ظاہری (۶-۱۰) حواس خمسہ باطنی یعنی حواس مشترک فاعلہ، متخیلہ، حافظہ اور قوت متحرکہ (۱۱) قلب (۱۲) قوت مدركہ (۱۳) سر یعنی قلب اور عقل کے بطن (۱۴) روح (۱۵) خفی یعنی بطن السر (۱۶) اخفی یعنی بطن الخفی (۱۷) انانیت کبریٰ (۱۸) نور القدس (۱۹) البحر البحت یعنی انانیت کبریٰ اور نور القدس کا بطن جو تجلی الہی کا نمونہ ہے۔ ان کی تفصیل کے لئے حجۃ الاسلام ارام زلی اللہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

(۳) (۱) وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً (اور ہم نے

دوزخ کے جو داروغے رکھے ہیں وہ فرشتے ہیں)

اس ”آگ“ کے جو انیس^{۱۹} مہتمم ہیں وہ انسان نہیں فرشتے ہیں۔ جن کی قوت کا یہ مخالفین انقلاب اندازہ نہیں لگا رہے۔ چنانچہ پہلی ہی آگ جو بدر کے مقام پر بھڑکی اس میں انسانوں کے دوش بدوش فرشتوں کی مثالی قوتوں نے بھی مخالفین انقلاب کو فنا کر کے رکھ دیا۔

(ب) وَمَا جَعَلْنَا عَدُوَّكُمْ إِلَّا قِطْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا (اور

ان کی جو گنتی رکھی ہے۔ تو وہ ان منکروں کے جاچنے کے لئے ہے)

اس تعداد کا ذکر منکرین کے فہم کے امتحان کے لئے ہے کہ آیا وہ اس کی

حقیقت کو سمجھ کر اس سے ڈرتے ہیں اور تحریک انقلاب کو قبول کرتے ہیں۔

یا مذاق اڑا کر عذاب کے مستحق بنتے ہیں۔

(ج) لَيْسَ تَبَيِّنَ الَّذِيْنَ اٰوْتُوْا الْكِتٰبَ (تاکہ وہ لوگ جن کو

کتاب ملی چکی ہے یقین حاصل کریں)

لیکن یہ تو رات اور انجیل کو ماننے والی جماعت اور ایسے ہی ہر وہ جماعت

جس میں الہامی علوم پاتے جاتے ہیں۔ جن میں مثالی قوتوں کا ذکر آتا ہے۔

ایسے ہی جو لوگ اس انقلابی تحریک کو دل سے مان چکے ہیں ان کی عقل و دانش

اس کی تائید کرتی ہے۔ وہ بھی اس کی تصدیق کریں گے۔ چنانچہ ہندو فلاسفی

اور ایرانی حکمت میں بھی ان قوتوں کی طرف اشارے موجود ہیں۔

(د) وَيَزِدْ اِذَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِيْمَانًا (اور جو لوگ اب (نئی شریعت پر)

ایمان لائچکے ہیں وہ اپنے یقین میں بڑھیں ۴
 اور یہ حکیمانہ اشارے قرآن حکیم کے انقلابی پروگرام پر ایمان کی زیادتی
 کا باعث ہوں گے اور ان کو اپنے پروگرام کی کامیابی کا اور بھی پختہ یقین ہو جائے گا۔

(۵) وَإِذْ تَأْتِي الْقُرْآنَ بِأُولَىٰ سُوْرَاتِهِ وَإِذْ يُلْقِيهَا فِي قُرْآنِ الْكُرْآنِ وَالْمُؤْمِنُونَ (اور وہ

لوگ جن کو کتاب دی جا چکی ہے اور وہ لوگ جو اب (اس شریعت

پر) ایمان لائچکے ہیں وہ کسی شک میں نہ پڑیں)

پہلی کتابی جماعت کے صحیح علوم رکھنے والوں اور نئی انقلابی جماعت
 کے ارکان کے دلوں میں اس انقلاب اور دنیوی اور آخروی نتائج کے متعلق
 کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ اہل کتاب ایک انقلابی لیڈر۔۔۔۔۔ حضرت موسیٰ
 علیہ السلام۔۔۔۔۔ کی رہنمائی۔۔۔۔۔ کے نتائج دیکھ چکے

ہیں۔ اور اہل عرب۔۔۔۔۔ اُمی گروہ۔۔۔۔۔ جو اس رسول انقلاب
 کے پیرو بن رہے ہیں۔ وہ بھی اس پروگرام کے متعلق کسی قسم کا شبہ نہیں رکھتے۔

(۶) وَيَقُولُ الْآيَةُ

(اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو لوگ

منکر ہیں وہ کہیں گے کہ اس تمثیل کے بیان کرنے سے اللہ کا

کیا منشا ہے؟)

اس کے برخلاف ایک تو وہ لوگ جن کو اس انقلابی پروگرام کی

کامیابی کا پورا یقین نہیں ہے اور ان کے دلوں میں اس کی رفتہ رفتہ بڑھتی

ہوتی کامیابی کو دیکھ کر حسد کی بیماری پیدا ہو گئی ہے اور دوسرے وہ لوگ ہیں

جو اس پروگریس کے کھلم کھلا مخالف ہیں کیونکہ یہ پروگریس ان کے خاص مفادات (Vested Interests) کا مخالف ہے۔ یہ دونوں قسم کے لوگ اس انقلابی پروگریس میں کمزوری ثابت کرنے کے لئے اعتراض کرتے ہیں کہ اس انیس کے عرود کے تمثیلی بیان سے کیا غرض ہے؟ حالانکہ انہیں کم سے کم اتنی موٹی سی بات تو معلوم ہونی چاہئے کہ ہمارے اخلاق اور اعمال کی خرابیوں کے مطابق جہنم میں ان کے علاج کا انتظام ہونا چاہئے اور جب حکیم علی الاطلاق انہیں بتاتا ہے کہ انیس قسم کے محکمہ ہائے علاج جہنم میں موجود ہیں تو انہیں یقین آجانا چاہئے کہ یہ درست ہے لیکن یہ مخالفین چونکہ انقلابی ذہنیت نہیں رکھتے اس لئے سوسائٹی کی اصلاح کا فکر ان کے ذہنوں میں آتا ہی نہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ لوگ سوسائٹی کی اصلاح کی طرف مائل نہیں ہوتے اور جو لوگ اس میں انقلاب برپا کرنے کے لئے جان و مال کی قربانی کرنے کے لئے آمادہ ہیں ان کے خلاف صف آرا ہو گئے ہیں۔

(ح) كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَن يَشَاءُ لِيُؤْبَهُ الشُّرَكَاءُ مَا يَشَاءُ

یہ گمراہ کر دیتا ہے)

یہ لوگ گمراہ ہو گئے ہیں یعنی انسانیت کی ترقی کی تدابیر سوچنے کے بجائے ادھر ادھر کی باتوں میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے انکی کج فہمی کا ان کی اس شامت اعمال کے باعث خداوند تعالیٰ اب ان کو کسی نئی حکمت سے سرفراز نہیں کرے گا۔

قرآن کی انقلابی تعلیم سب کے لئے کھلی ہے۔ ہر شخص اسے قبول

کر کے اصلاح حال کر سکتا ہے لیکن جو اس انقلاب میں حصہ نہ لیتا چاہے اور انیس^{۱۹} بیس کی کج بحثیوں میں پڑ جاتے تو خدا کی مشیت اسے مزید روشنی دینا نہیں چاہتی۔ جو روشنی دی گئی ہے اسے استعمال کر کے جو شخص راہ راست پر چل نکلتا ہے مشیت ایزدی اس کے لئے مزید رہنمائی کا سامان ہم پہنچا دیتی ہے۔ ورنہ وہ ایک گمراہی سے دوسری گمراہی کی طرف نکلتا چلا جاتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ منزل مقصود سے بہت دور جا پڑتا ہے۔

(ط) وَفِيهِدِي مَنِّي يَشَاءُ (اور جسے چاہتا ہے راہ دیتا ہے) جو لوگ اس انقلابی پروگرام کو قبول کر لینگے مشیت الہی ان کی مزید دستگیری کرے گی۔ چنانچہ ایک اور جگہ فرمادیا ہے کہ

الذین جاہدوا فینا لنھدھن سبیلنا (جو لوگ

ہماری طرف آئے کے لئے سرگرم سعی ہو جائیں گے۔ ہم ان کو اس راہ

پر چلنے کے لئے کئی راستے کھول دیں گے)

یعنی جب کوئی انسان خدا کی طرف چل کھڑا ہوتا ہے تو مشیت الہی اس

کی دستگیری کرتی رہتی ہے۔ اور جہاں اس کے راستے ہیں کوئی پتھر آ جاتا ہے

اس کے ہٹانے یا اس کے ادھر ادھر سے ہو کر گزر جانے کی راہ بتا دیتی ہے۔

وہ علم اور عمل کی روشنی میں برابر چلتا رہتا ہے۔ اور ہر مشکل سے بچ نکلنے کے

راستے نکالتا رہتا ہے۔ اس طرح قرآن حکیم کی انقلابی تعلیم اپنے ماننے والوں

کی رہنمائی کا باعث بنتی رہتی ہے۔

(ی) وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (اور تیرے کاب

کے شکرگوں کے سوا کون تمہیں جانتا

یہ ایک خود بخود آئین کے ورد و خند کے یہاں کھینچ کر رکھتے تھے
قیامت کے دن انہیں تو وہ پرانے تھے ہیں۔ ان کے تالیف و پیشہ کار عادت
شہریوں کی تھی اس قدرت کو اسے اس کے سوا اور کون جانتا ہے مگر شہری
کیاں تھی تو یہی ہے وہی وہی ہے اس کا تعلق اس کا تعلق اس کی تالیف ہے
یہ وہی ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اس کا تعلق اس کے لئے

کے لئے ہے

انسان اپنی زمین کو اپنے سے پیچھے نہیں رکھتا اور یہ تو وہی ہے
یہ تو وہی ہے کہ اپنے ہونے کے لئے اس کے ساتھ اس کے لئے
یہ تو وہی ہے کہ اپنے ہونے کے لئے اس کے ساتھ اس کے لئے
یہ تو وہی ہے کہ اپنے ہونے کے لئے اس کے ساتھ اس کے لئے
یہ تو وہی ہے کہ اپنے ہونے کے لئے اس کے ساتھ اس کے لئے
یہ تو وہی ہے کہ اپنے ہونے کے لئے اس کے ساتھ اس کے لئے
یہ تو وہی ہے کہ اپنے ہونے کے لئے اس کے ساتھ اس کے لئے
یہ تو وہی ہے کہ اپنے ہونے کے لئے اس کے ساتھ اس کے لئے
یہ تو وہی ہے کہ اپنے ہونے کے لئے اس کے ساتھ اس کے لئے
یہ تو وہی ہے کہ اپنے ہونے کے لئے اس کے ساتھ اس کے لئے

اگر بڑھنے کی دعوت

آگے بڑھنے کی دعوت

(۳۲) کَلَّا (سِرگز نہیں)

ارتجاع غالب نہیں آسکتا | یہ سربایہ پرست جو تحریک قرآنی کی مخالفت کرتا ہے (اَدْبَرَ) خیال کرتا ہے کہ اُس کا مسلک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک پر غالب آئے گا وہ اس پر اینٹھ رہا ہے (اَسْتَكْبَر) یہ اس نے غلط سمجھا ایسا سِرگز نہیں ہو سکتا اور نہ ہوگا (کَلَّا)

وَالْقَمَرِ (قسم ہے چاند کی)

انقلاب کی پہلی منزل | قرآنی انقلاب کی تدریجی ترقی کو قمر کی روشنی کے بڑھنے پر قیاس عرب پر قبضہ کرنا چاہتے۔ یہ پروگرام مختلف منازل میں سے گزر کر پہلے تو سرزمین عرب میں ہلال سے بدر بن کر چمکے گا اور عرب قوم کو بین الاقوامی انقلاب کی سنٹرل کمیٹی (Central Committee) بنا دے گا۔

(۳۳) وَاللَّيْلِ إِذَا اَدْبَرَ (اور رات کی جب وہ پیٹھ پھیر لے)

پھر یہ چاند رات گزر جائیگی یعنی قومی انقلاب پایہ تکمیل کو پہنچ جاتے گا۔

(۳۴) وَالصُّبْحِ إِذَا اسْفَرَ (اور صبح کی جب وہ روشن ہو جائے)

بین الاقوامی منزل | اور اس کے بعد اس عرب پارٹی کی کوششوں سے بین الاقوامی انقلاب کی صبح نمودار ہوگی۔

(۳۵) اِنْحَا لِوَحْدَى الْكُبْرَى (یہ واقعہ تاریخ انسانی کے عظیم الشان

واقعات میں سے ہے)

رفتہ رفتہ آفتاب عالمتاب کی خواب ربا اور بیدار کن روشنی کی طرح یہ عالمگیر انقلاب بھی ساری انسانیت کو بیدار کر دے گا۔ اور ہر کہ و مہ اس سے فیضیاب ہوگا۔ یہ انسانیت گیر انقلاب (World Revolution) کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ بلکہ یہ تاریخ انسانی کے عظیم الشان انقلابوں میں سے کامیاب ترین انقلاب ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ انقلاب کا آغاز پہلے عرب میں ہوا۔ قریش کی کامیابی سے عرب اس انقلاب میں شامل ہو گئے اور عرب مل کر بین الاقوامی انقلاب کی ایک منزل کے قافلہ سالار بنے۔

(۳۶) نَذِيْرًا لِلْبَشَرِ (یہ نوع انسان کو ڈرانے والا ہے)

مخالفین کو جنگ میں سزا ملے گی | یہ بین الاقوامی انقلاب کا پروگرام کسی خاص خطہ زمین یا کسی خاص قوم کے لئے نہیں ہے کہ وہ ملک یا خطہ اس کے ذریعے سے اپنا تفوق (Imperialism) قائم کر کے دوسرے ممالک یا اقوام سے انتفاع (Exploitation) شروع کر دے۔ بلکہ یہ انقلابی تعلیم ساری نوع انسان کے لئے ہے اور جو انقلاب اس کے مطابق پیدا کیا جائے اس میں تمام انسانوں کے مفادات جو اسے تسلیم کر لیں محفوظ رہنے چاہئیں اور جو اسے قبول نہ کریں ان کے ساتھ بھی انصاف سے کام لیا جائے۔ لہذا ہر زمانے اور ہر ملک کے خود پرست جابر و ظالم حکمرانوں کو اس انقلابی تعلیم سے ڈرنا چاہئے۔ اور اپنے آپ کو اس کے ماتحت کر لینا چاہئے۔ تاکہ وہ انقلاب کے دنیاوی خطرناک

نتائج اور اخروی عذاب سے بچ جائیں۔

اس آیت میں آنے والی جنگوں کی طرف نہایت لطیف اشارہ
 لشکر انذار موجود ہے۔ جو اس تعلیم کے انقلابی ہونے کی تین دلیل ہے
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان چنانچہ جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کو حکم ہوا کہ اپنے خاندان والوں کو اس آنے والے انقلاب کے نتائج سے
 ڈرائیں تو آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔

فختف یا صباحاہ فقا لوامن هذا؛ فاجتمعوا الیہ فقال "أمرأیتم
 ان اخبرتکم ان خیلًا تخرج من صفحہ هذا الجبل اکنتم مصدقین؟" قالوا
 "ما جربنا عیب کذباً" فقال "انی نذیر بین یدی عذاب شدید"
 آپ نے بلند آواز سے فرمایا۔ یا صباحاہ (فریاد! فریاد!) لوگوں نے
 ایک دوسرے سے کہا یہ کون ہے؟ خیر پھر سب لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے
 تو آپ نے فرمایا سنتے ہو۔ اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑ کی جانب سے ایک
 لشکر نکلے گا۔ تو کیا تم میری بات سچ مان لو گے؟ سب نے کہا ہم نے اجتنک
 تجھے جھوٹ بولتے نہ سنا نہ دیکھا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ "تو میں تمہیں آنے
 والے خوفناک عذاب سے ڈراتا ہوں۔"

جن لوگوں نے "آنے والے خوفناک عذاب" سے بچنا چاہا وہ آپ
 کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ اور جو اس میں شامل نہ ہوئے وہ اس عذاب
 میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے اور دوسری زندگی میں اس عذاب کے زیادہ شدید
 تسلسل میں جا پھنسے۔

(۳۷) لَعْنٌ شَاءَ مِنْكُمْ اِنْ يَتَقَدَّمْ اَوْ يَتَاَخَّرْ اِنَّ يَوْمَئِذٍ

ہر ایک کے لئے ہے کہ وہ آگے بڑھے یا پیچھے ہٹے)

انقلاب میں آگے بڑھو | اب یہ فیصلہ خود تمہیں کرنا ہے کہ تم اس انقلاب کی

صف اول (Vanguard) میں جگہ لینا چاہتے ہو یا پیچھے رہنے والوں

میں شامل ہونا چاہتے ہو۔ یہ فیصلہ انسان کو خود اپنی رائے سے کرنا چاہئے

جو شخص اپنی رائے سے انقلابی نہیں بنتا وہ انقلابی نہیں کہلا سکتا۔ انقلاب

کے لئے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ

جو لوگ اس انقلاب کی صف اول میں جگہ لیں گے ان کو تکالیف پیش آئیں گی

لیکن آخر کار وہ کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن جو اس تحریک میں حصہ لینے

میں پیچھے رہ جائیں گے وہ شکست کھا کر خزیٰ فی الحیوة الدنیاء و

یوم القیمة یردون الی اشد العذاب کے مصداق ٹھہریں گے۔

(یعنی دنیاوی زندگی میں سخت ذلت (غلامی) کا عذاب اور مرنے کے بعد کی

زندگی میں اس سے بھی زیادہ شدت کا احساس عذاب) چنانچہ جن لوگوں نے

تقدم اختیار کیا ان میں سے صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ اور علی مرتضیٰؓ

اور حضرت حمزہؓ اور صہیب رومیؓ ہیں۔ ان کی کامیابی روز روشن کی طرح عیاں ہے،

اور جو پیچھے رہے ان میں سے ابو جہل اور ابولہب اور ابولہب کی بیوی وغیرہ

ہیں۔ جو دنیا سے ناکام گئے۔ اور مرنے کے بعد ان کی یہ ناکامی اور ان کے دیگر

مظالم ان کے ساتھ گئے۔ جنہوں نے ان کے لئے مکمل عذاب جہنم پیدا کر دیا ہے

اب آگے بڑھنے والوں اور پیچھے رہنے والوں کا تذکرہ ۲۸ تک چلا گیا

ہے۔ سب سے پہلے ۳۸ میں ایک اصول بیان کیا گیا ہے
(۳۸) کل نفس بما کسبت مرہینۃ (ہر ایک جاندار اپنے کئے

میں پھنسا ہے)

پیچھے رہنے والے برباد کر دیتے جانتے | انسان کی ساخت ایسی ہے کہ جو کام کرتا ہے
اس کی پوری جوابدہی کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا پس جو شخص پیچھے رہے گا۔
اُسے اپنی اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اس کی یہ رحمت پسندی
(Reaction) اور انقلاب دشمنی اس کے نفس پر ایسی چھا جائیگی
کہ وہ اپنی اس ذہنیت کے نتائج سے کبھی چھٹکارا نہ پاسکے گا۔

خداوند تعالیٰ نے انسان کو جو قوتیں عطا فرمائی ہیں وہ اس لئے ہیں
کہ اُن کو اُن کی فطرت کے مطابق کام میں لا کر جلا دی جائے۔ جو شخص ان قوتوں
کو جلا نہیں دیتا بلکہ غلط کاریوں کے پیچھے دبا کر صالح ترقی سے روکتا ہے۔
اسے اس کا نقصان پورا کرنا ہوگا۔ اور عذاب برداشت کرنا ہوگا۔ اس کے
یہ ارتجاعی اعمال بے نتیجہ نہ رہیں گے۔

انسان کے اعمال کس طرح محفوظ رہتے | حجۃ اللہ علی الارض امام الائمہ امام ولی المدینہ
ہیں؟ امام ولی اللہ کا نظریہ | ولوی (انا لله یوہانہ) فرماتے ہیں کہ :-

اعلم ان الاعمال التي يقصدها الانسان قصدًا مؤكدًا
والاخلاق التي هي من اسخنة فيه تنبعث من اصل النفس
الناطقة ثم تعود اليها ثم تثبت بذيلها وتخصي عليها (حجۃ اللہ علیہ)
(یعنی واضح رہے۔ کہ جس قدر کام انسان اپنے پختہ ارادہ سے کرتا ہے اور جس قدر

اخلاق انسان میں نچتہ ہو جاتے ہیں ان کا بیج پیلے تو انسانی روح ہی میں سے نکلتا ہے اور پھر پھیلنے کے بعد انسانی روح ہی کی طرف واپس آ جاتا ہے (چونکہ نکلنے کے وقت وہ بیج چھوٹا ہوتا ہے۔ اور واپس ہونے تک پھیل چکا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ واپسی میں) روح کے ذہن سے ملحق ہو جاتا ہے اور اسکے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔“

گویا شخص کے اعمال اسکے جسم میں محفوظ رہتے ہیں اور مرنے کے بعد جب ملوی بدن اثر جائیگا تو یہ اعمال نہایت واضح شکل میں اُسے محسوس ہونے لگ جائیں گے پس شخص کو اس انقلاب کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہئے تاکہ وہ اپنے قومی کو فطری ترقی دے سکے اور یہی سوسائٹی پیدا کر سکے جس میں رہ کر وہ اچھے اعمال اپنے جسم کے اندر جمع کر سکے۔ اب ان لوگوں کا ذکر آتا ہے جنہوں نے آگے بڑھ کر کام کیا۔

اَلْاَصْحَابُ الْاِیْمٰنِ (سوائے ان کے جو دائیں طرف والے ہیں)

انقلاب کے پیشرو | جو لوگ دنیا میں قرآن حکیم کا انقلاب برپا کرنے میں سبقت کرتے ہیں وہ سابقین (Pioneers) تو کامیاب ہوتے ہی ہیں انکے علاوہ ان کے دست راست بننے والے بھی کھنٹے نہیں رہتے وہ بھی کامیاب و کامران ہوتے ہیں اور سب کامیابی اپنے دائیں ہاتھ میں پاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کا حق ادا کیا یعنی اللہ نے جو قوتیں عطا کی تھیں ان کو حق کی راہ میں پوری طرح استعمال کیا۔

ان کے مقابلے میں ایک جماعت اصحاب شمال کی ہے۔ جو ناکام رہتی ہے۔

السابقین اور اصحاب الایمان کی کامیابی کا راز معلوم کرنا ہو تو ان ناکام رہنے والوں کی کامیابی کے اسباب خود ان کی زبانی سن لیں۔ تاکہ کامیاب انقلابی پروگرام کی مددات واضح ہو جائیں۔

جو لوگ پیچھے رہ گئے ان کا تذکرہ آگے ۱۷۸ تک آتا ہے۔

بین الاقوامی پروگرام کی تفصیل

بین الاقوامی پروگرام کی تفصیل

(۴۰) فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ (وہ باغات میں ہیں پوچھتے ہیں)

(۴۱) عَنِ الْمُجْرِمِينَ (مجرموں سے)

ارتجاع کا نفسیاتی تجزیہ | اصحابِ یمن، جنت میں پہنچ جاتے ہیں اور مصیبتوں سے نجات پالیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ غور کرتے ہیں کہ اب جو لوگ عذاب میں مبتلا ہیں وہ کیوں عذاب میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ وہ جہنمیوں سے ان کی ناکامی کے اسباب دریافت کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ :-

(۴۲) مَا سَأَلَكُمُ فِي سَعْتِكُمْ؟ (تم کو اس روزخ میں کس چیز نے لادالا؟)

تم اس ناکامی کے عذاب میں کس وجہ سے مبتلا ہوئے؟ کچھ سمجھے بھی؟ اس عذاب کو دیکھ کر جس کی خبر نہیں پہلے دی گئی تھی اب تو سمجھ آگئی ہوگی؟

فائدہ: جس مجرم کو اس کی سزا ملنے کے وقت یہ علم نہ ہو کہ اسے کس جرم میں سزا مل رہی ہے۔ اسے اس سزا سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا جہنم میں پہنچ کر مجرم خود ہی جان لیں گے کہ انہیں کس کس جرم کی سزا مل رہی ہے اور جرم میں خاص مناسبت ہوگی چنانچہ مجرم اپنے جرم آپ بتاتے ہیں کہ :-

(۴۳) قَالُوا لَئِن لَّمْ يَكُنِ مِنَ الْمُضَلَّلِينَ (وہ کہنے لگے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے)

(۱) تعلق باللہ کی ضرورت | وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یعنی سعادت انسانی کے اس پروگرام پر عمل نہ کرتے تھے جو اتحاد و فکر، اجتماعیت اور

مساوات وغیرہ بلیسیوں بھلائیاں سکھاتا ہے۔ اور جس کا انتہائی معراج تعلق باللہ ہے۔

یاد رہے کہ انسان کے قلب میں خدا شناسی کی جو قوت مضمر ہے اُسے نماز ترقی دیتی ہے تو انسان کے اندر ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا وہ اس آئینے میں خدا کو دیکھ رہا ہے۔ یہ تجلی جو اس کے قلب میں اُسے نظر آتی ہے انسان کبیر — امام نوع انسانی — کے قلب کی تجلی کا پرتو ہوتی ہے۔ یہاں تک ترقی کر جانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان انسانیت کے تقاضوں کو خدا کا حکم سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اور اپنے آپ کو خدا کا یعنی مسکینوں اور کمزوروں کا خادم سمجھنے لگ جاتا ہے۔ جسے کسی دوسرے بندے کے حقوق سلب کرنے کا کوئی حق نہیں ہے پس وہ ہر وقت خدمت انسانیت کے لئے تیار رہتا ہے۔ اور اسے خدا کی عبادت کا جزو جانتا ہے۔

اس کی مزید کیفیت سورہ ماعون میں بیان کی گئی ہے۔ جہاں فرمایا:
 فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝
 الَّذِينَ هُمْ بَرَاءُؤُنَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝ (یعنی جو لوگ اپنے تیموں اور بے کس مسکین ہمسایوں کو) جن کا ذکر ماعون کی ابتدائی آیتوں میں آیا ہے)
 برتنے کی چیز بھی نہیں دیتے — مفت نہیں کہ یہ تو بہت دور کی بات ہے
 بلکہ ادھار — وہ اپنی صلوٰۃ (تعلق باللہ) کے مقصد سے غافل ہیں۔
 اس لئے اب جو وہ نماز پڑھتے ہیں تو یہ محض دکھاوے کی نماز ہے)

(۲۴) وَلَمْ تَكُنْ تُطْعَمُ الْمِسْكِينَ (اور ہم کسی مسکین کو کھانا

نہیں کھلاتے تھے)

(۲) مسکین کی تنظیم کی ضرورت | جب ہم اپنے نفس کی ضرورت —————
تعلق باللہ ————— کو بھلا بیٹھے تو پھر دوسروں کی ضرورت کا بھی احساس
ہم میں مردہ ہو گیا نماز کے ذریعے سے اپنے خالق کے ساتھ تعلق نہ جوڑا۔
خدمت خلق کا جذبہ اپنے اندر پیدا نہ کیا۔ دوسروں کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر
کرنے کی کوشش نہ کی اور عام لوگوں کی مادی اور عقلی ضرورتیں پوری کرنے
کا جتنا سامان ہم کر سکتے تھے وہ نہ کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس عذاب میں مبتلا ہو گئے
مسکینوں کو کھانا کھلانے کے معنی یہ نہیں کہ بھک منگے پیدا کئے جائیں بلکہ
یہ کہ بیکار لوگوں کو تعلیم اور کام اور کام کے ذرائع ہم پہنچا کر سوسائٹی کے مفید رکن
بنایا جائے۔

(۲۵) وَكُنَّا شُحُوصٌ مَّعَ الْخَائِضِينَ (اور ہم بچت کرنے والوں کے

ساتھ مل کر بچتیں کیا کرتے تھے)

بیکار مباحثے | ہم انسانیت کی خدمت کرنے کے بجائے فلسفیانہ موٹو گائیوں اور
دورانہ کار بچشوں میں پڑ گئے اور کمزوریوں کو کمزور رکھ کر ان کا خون چوسنے کے فلسفے
کے جواز میں بڑی بڑی بچتیں کرنے لگ گئے۔ حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ بیکاروں
(The unemployed) کو کام پر لگانے کے ذرائع پر غور کرتے۔ اور جو لوگ

ان دونوں آیتوں کے مضمون ————— نماز اور اطعام مسکین ————— کو قرآن حکیم میں

اقیموا الصلوة وَاَقِمُوا الزَّكَاةَ کے جملے کے ذریعے سے سینکڑوں مرتبہ دہرایا گیا ہے۔

خدا سے تعلق جوڑنا بھول گئے ہیں ان کو اس طرف متوجہ کرتے اور انہیں علم دیتے۔

(۴۶) وَكُنَّا نَكْذِبُ بِيَوْمِ الدِّينِ (اور ہم جزاہ اعمال کے وقت کا

انکار کرتے تھے)

(۳) اعمال کی ذمہ داری سے انکار ایسے کچھ اس لئے کر گزرتے تھے کہ ہم اس کمزور

محتاج اور مظلوم کی اپیل کے نتائج اور آخری فیصلے کے دن کا یقین نہ رکھتے تھے اور ہم اپنے آپ کو اپنے اعمال کے لئے کسی کے آگے جواب دہ نہ سمجھتے تھے۔ اگر کوئی ہم سے اس ذمہ داری اور جوابدہی کا ذکر کرتا اور یاد دلاتا تو ہم اسے جھٹلاتے تھے۔

(۴۷) حَتَّىٰ آتَيْنَا الْيَقِينِ (یہاں تک کہ آگتی یقینی بات)

ہم سمجھتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے بچے ہیں ہیں۔ ان سے جس طرح چاہیں کام لیں۔ اور ہماری اس حالت میں کبھی انقلاب نہ آئے گا۔ لیکن انقلاب تو یقینی تھا۔ مگر ہم اسے یقینی نہ جانتے تھے۔ آخر موت و ہلاکت کے انقلاب نے ہماری آنکھیں کھول دیں۔

(۴۸) فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ (ایسے لوگوں کو

شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہیں دیتی)

چونکہ فطرت مسخ ہو چکی ہے اور انسانیت کے اصلی جوہر خراب ہو چکے ہیں۔ اس لئے جب تک وہ تمام زہر جو نسیمے میں گھس گیا ہے۔ خارج نہ کیا جائے ترقی محال ہے۔ اس سلسلے میں کسی کی سفارش بھی کام نہیں دیتی۔

دوبارہ انذار اب پھر انقلاب کے مخالفوں کو غور و فکر کی دعوت دی جاتی ہے۔ کہ وہ

سوچیں اور سمجھیں اور اس انقلاب کو قبول کریں۔

(۴۹) فَأَلْهَمَهُمُ عَنِ التَّذْكَرَةِ مُعْرِضِينَ ۚ (پھر کیا وجہ ہے کہ یہ

لوگ اس یاد دہانی (قرآن حکیم) سے روگردانی کر رہے ہیں)

پہلی آیت میں جو آیا تھا کہ قَدْ فَانَدْنَا اس کے مطابق یہ انذار (ڈراوا)

ہے۔ اور انہیں یاد دلایا گیا ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ قرآن حکیم کا انقلاب ٹل

جاتے گا۔ یہ ہو کر رہے گا اور مخالفین کی کوئی طاقت اسے روک نہ سکے گی۔

ان کو چاہئے کہ اسے فوراً قبول کر لیں اور اس سے اعراض کر کے نقصان نہ اٹھائیں

(۵۰) كَاخْتِزَامٍ مِّنْ مَّسْنُونَةٍ (گویا گدھے ہیں بدکنے والے)

انقلاب کی تشیل یہ ارتجاعی لوگ (Reactionaries) آگے بڑھنا شیر کے ٹمنہ میں

جانے کے برابر سمجھتے ہیں

(۵۱) فَتَاتٌ مِّنْ قَسْوَسَةٍ (بھاگتے ہیں شیر سے)

یہ اس آنے والے انقلاب کے تصور سے اس طرح ڈرتے ہیں جیسے

گدھا شیر سے دہشت کھاتا ہے۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ آخر اس انقلاب سے

عوام کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔ تو کیا یہ رُک سکتا ہے؟ پھر مساکین اور یتامی کی

حالت کی اصلاح کرنا انسانیت کا لازمی جزو ہے۔ یہ اس سے کیوں بھاگتے

ہیں؟ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ انقلابی تعلیم انسان میں شیری پیدا کر دیتی

ہے۔ وہ ہر چیز سمجھتا ہے اور اپنے فیصلے سے آگے بڑھتا ہے۔

نہ خورد شیر نیم خوردہ سگ و زبختی بمبیرد اندر غار

قرآن حکیم ان کو خود سوچنے کی دعوت دیتا ہے۔ اس سے اعراض کرنا گدھا پن

ہے۔ مگر جو جھوٹا کھانے کی غلاظت میں مبتلا رہنا چاہیں۔ اور خود غور و فکر نہ کریں۔

وہ بھلا قرآن حکیم کی کیا قدر کر سکتے ہیں؟

(۵۲) بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُؤْتِيَ صُحُفًا مِّنْ سَمَوَاتٍ

(بلکہ ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ اسے الگ الگ صحیفہ دے دیا جائے)

نراج پیدا نہیں ہونے دیا جائے گا | صحیح عالمگیر انقلاب تو ساری انسانیت کو ایک نظام میں منسلک کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی تعلیم تمام انسانیت کے لئے یکساں مفید ہوتی ہے۔ لیکن یہ سرکش چاہتے ہیں کہ ان کی مرضی کے مطابق ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ پروگرام یا چارٹر (Charter) دیا جاتا۔ تاکہ اس کی نفسانی خواہشیں پوری ہوتی رہتیں۔ یہ لوگ اجتماعی نظام کے اندر اگر انقلاب برپا کرنا چاہتے ہی نہیں۔ کیونکہ اس انقلاب سے ان کی ذاتِ خاص کو خصوصی فائدہ نہ ہوگا۔

یہ نراج (Anarchism) ہے۔ اور یہ نراجی (Anarchists) اس اجتماعی پروگرام کو قبول نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ مساوات اور عدل کی دعوت دیتا ہے۔ اور یہ اپنے لئے زرا اندوزی اور انتفاع کا چارٹر (Charter for Exploitation) چاہتے ہیں۔

کلاہ (ہرگز نہیں)

انہیں کوئی انفرادی پروگرام نہیں دیا جاسکتا۔ یہ غیر طبعی مطالبہ ہے۔ یہ بیوقوف اتنا نہیں سمجھتے کہ اس سے نراج (Anarchy) پیدا ہو جاتا ہے اور کوئی منظم انسانی معاشرہ (Organised Human Society) پیدا نہیں

ہوسکتا۔ حالانکہ فرد کی ترقی کا راستہ اجتماع میں سے ہو کر گزرتا ہے۔ اس لئے تعلیم ایسی ہونی چاہئے جس سے اجتماعیت (Society) پیدا ہو۔ اور اسے ترقی حاصل ہو ایک ایک انسان کو جداگانہ ہدایت نامہ دے دیا جائے تو یہ انفرادی اور اجتماعی ترقی کس طرح ممکن ہے؟

فائدہ ۷۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن حکیم پارٹی بنانی چاہتا ہے۔ وہ ایک ایک انسان کو الگ الگ سمجھانے کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا۔
بَلْ لَّيْمَخَافُونَ الْآخِرَةَ (بلکہ وہ آخرت سے ڈرتے نہیں)

یہ لوگ جو انفرادی انتفاع (Individual Exploitation) کا چارٹر (Charter) چاہتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی نفسی ضروریات (Psychological Necessities) سے غافل ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ خدا کے ساتھ تعلق قائم نہ کر کے اور مساکین اور غربا سے ناجائز انتفاع (Exploitation) کر کے اپنے نفس کے اندر ایسے خوفناک زہر جمع کر رہے ہیں۔ جو مرنے کے بعد پھوٹ نکلیں گے۔ اور انہیں اس طرح عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔ جس طرح آتشک یا سوزاک یا جذام کا زہر جسم میں جمع ہو تو حالات سازگار ہوتے ہی جسم میں سے پھوٹ نکلتا ہے اور مریض کی زندگی کو مبتلائے عذاب کر دیتا ہے۔ ایسے ہی یہ اپنے جسموں کے اندر انسانیت کشی کے مختلف اعمال کے ذریعے سے جو زہر جمع کر رہے ہیں وہ جہنم کی موافق ”آب و ہوا“ میں ان کے جسموں سے پھٹ نکلے گا۔ اور ان کی زندگی ایک دائمی عذاب بن جائے گی۔ جس طرح مرنے کے بعد ان سے

فطرت انسانی جو اب طلبی کرے گی پورا نہیں عذاب میں مبتلا کرے گی۔ اسی طرح اس دنیا میں انقلابی جماعت اُن سے جو اب طلبی کرے گی۔ اور ان کو مبتلا عذاب کرے گی۔

انقلاب سوسائٹی کے کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ آنے والا انقلاب بیرونی اثرات اندر سے پیدا ہوتا ہے؟ کا نتیجہ ہوگا؟ یا آنے والا عذابِ جہنم ان کے نفسوں کے باہر کی قوتیں پیدا کریں گی؟

(۵۴) کلا رہ گز نہیں

بلکہ وہ انقلاب خود ان کے اپنے نفسی حالات پیدا کر رہے ہیں۔ اگر ان کی ذہنیت درست ہوتی اور یہ سب کے ساتھ انصاف کرتے ہوتے تو یہ انقلاب نہ آتا۔

انہ تذاکرۃ (اب بھی قرآن حکیم جو آیا ہے تو ان کی یاد دہانی کے لئے آیا ہے) قرآنی انقلاب کے تجربے کی دعوت اگر یہ لوگ اپنی خفتہ انسانیت کو بیدار کر لیں۔ اور انقلاب کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوں تو ان کے لئے اچھا ہے۔ قرآن حکیم ان کو ان کی بھولی ہوئی انسانیت یاد دلانے آیا ہے۔ اور وہ بتاتا ہے کہ انسانیت کے متعلق ان کے کیا فریضے ہیں۔

(۵۵) فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ (جو کوئی چاہے اسے یاد کرے)

عیاں راچہ بیاں۔ انسان آج بھی انسانیت کو بروئے کار لا کر دیکھ لے تو اسے معلوم ہوگا کہ قرآن حکیم کی تعلیم اس کے لئے کس قدر مفید ہے اور اس کی خفتہ روح کے کس قدر مناسب حال ہے۔ جب وہ دنیا میں اس تعلیم کے نتائج حاصل

کر کے کامران ہو سکتا ہے۔ تو یہی نتائج زیادہ واضح طور پر حیاتِ مابعد الممات
(The Life Hereafter) میں اسے حاصل ہو جائیں گے۔ اس لئے جو شخص دنیاوی
صلاحت اور آخروی فلاح حاصل کرنی چاہتا ہے۔ وہ اس انقلابی پروگرام کو قبول
کر لے۔ جو کسی خاص انسان یا خاندان کی ترقی کا کفیل نہیں ہے۔ بلکہ ساری نوع
انسان کی سعادت کا ذمہ دار ہے

(۵۶) وَمَا يَذُكُرُونَ إِلَّا أَنْ يُشَاءَ اللَّهُ (مگر اس سے وہ اسی

صورت میں نصیحت پاسکتے ہیں کہ اللہ چاہے)

جو لوگ اس یاد دہانی سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں وہ مشیتِ الہی اور حکمتِ الہی
پہلے سے معین کر چکی ہے۔ وہی اس کام کو بجالائیں گے۔ جو لوگ قرآن کی ہدایت
سے ہدایت یاب ہوتے ہیں وہ اتفاقاً نہیں ہو جاتے۔ بلکہ یہ طے شدہ فیصلہ ہے کہ
جن اشخاص میں فلاں فلاں باتیں ہوں گی وہی ہدایت پائیں گے۔ پس انسان کو
اپنے اندر وہ شرطیں پیدا کرنی چاہئیں۔ تب وہ ہدایت پاسکتا ہے۔

هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْخَشْيَةِ (وہ تقویٰ کا اہل ہے

اور وہ مخفرت کا اہل ہے)

انقلابِ عدل قائم کرے گا | اس کی مشیت اور حکمت کے مطابق یہ دو قسم کے لوگ
ہدایت پاسکتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف غنیۃ الطالبین میں
فرماتے ہیں۔ کہ تقویٰ کے معنی ہیں یہ آیت :-

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاؤِ ذِي الْقُرْبَىٰ

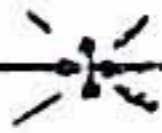
وَيَجْحَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ -

(بیشک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ان کا حق دو۔ اور فحشا اور منکر سے اور بغاوت سے منع کرتا ہے) اس آیت کی رو سے نفوے میں عدل شامل ہے۔

پس جو لوگ اپنی استعداد کے مطابق عدل کرتے ہیں وہ جب عدل کا عمل کی تعلیم پاتے ہیں تو اسے فوراً قبول کر لیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن حکیم سے انتباہ حاصل کر سکتے ہیں۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو بے سوچے سمجھے حق کی مخالفت کر بیٹھتے ہیں مگر اپنے ظلموں پر اصرار نہیں کرتے جب انہیں متنبہ کیا جاتا ہے تو وہ باز آ جاتے ہیں۔ یہ اہل مغفرت ہیں۔

قرآن حکیم ان دو قسم کی ذہنیت کے لوگوں کو بیدار کرے گا۔ خداوند تعالیٰ سے ہرگز یہ امید نہیں رکھنی چاہئے۔ کہ وہ انصاف کو چھوڑ کر کسی انسان کو بخش دے گا۔ کیونکہ وہ خود اہل تقویٰ یعنی عادل ہے۔ البتہ اگر انسان ایک جگہ غلطی کرے مگر متنبہ ہو کر دوسرے موقع پر اعلیٰ درجے کی نیکی کرے تو وہ اُسے بخش دیتا ہے۔ یہ اس کی عدالت کے معافی نہیں ہے۔ پس اللہ سے معافی مانگنے کے لئے انسان اپنی غلطی کا ازالہ کرے اور کوئی بہتر نیکی کرے تو وہ بخش دیا جاسکتا ہے۔



خُلاصَةُ الْكَلَامِ

(۱) صالح انقلاب پسند کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ انسانیت کو ترقی دینے والے قانون کے خلاف جو غیر صالح نظام موجود ہو اُسے قبول نہ کیا جاتے (۱-۳)

(۲) صالح انقلاب پسند ہر قسم کی پاکیزگی کا خیال رکھتا ہے اور اس کا آغاز لباس کی پاکیزگی سے کرتا ہے۔ اور وہ اپنے بدن اور ماحول کو بھی پاک رکھتا ہے (۱-۴)

(۳) صالح انقلاب پسند کسی قسم کی خیالی اور علمی ناپاکی کو قبول نہیں کر سکتا۔ اس لئے وہ ہر غیر صالح نظام کا انکار کر دیتا ہے (۱-۵)

(۴) صالح انقلاب پسند ہر قسم کے انتفاع (Exploitation) کا مخالف ہوتا ہے۔ اور کسی انسان پر کسی قسم کا ظلم نہ خود کرتا ہے نہ اسے برداشت کرتا ہے (۱-۶)

(۵) صالح انقلاب پسند تا دم مرگ محض خدا پر بھروسہ کر کے کام کرتا ہے اور مشکلات سے گھبرا کر اپنے لائحہ عمل پر شک کرنے نہیں لگتا

جانا (۷)

- (۶) قرآن کا انقلاب سرمایہ پرستانہ ذہنیت کے خلاف ہے (۱ تا ۲۵)
- (۷) اس ذہنیت کا انجام دنیا میں ناکامی ہوگا۔ اور مرنے کے بعد کی زندگی میں دردناک عذاب (۲۶ تا ۳۱)
- (۸) قرآن کی تعلیم بین الاقوامی تعلیم ہے (۳۱ تا ۳۹)
- (۹) یہ بین الاقوامی تعلیم قومی درجے سے ترقی کر کے بین الاقوامی درجے پر پہنچے گی اور مساکین کی تنظیم کرے گی اور ان کا تعلق اللہ سے قائم کریگی۔ مخالفین ناکام رہیں گے (۳۹ تا ۵۶)



نظر بازگشت

مُزَّيِّلٌ اور مُدَّثِّرٌ کا تقابُل

یہ دونوں سُورتیں ————— المَزَّيِّلُ اور المُدَّثِّرُ ————— کی دور کی ابتدائی سُورتیں ہیں۔ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ نبوت پر قائم ہونے کے پہلے ہی سال میں اُتری ہیں۔ ان دونوں کے مضامین باہم ایسے مربوط ہیں کہ ایک دوسرے کا تتمہ معلوم ہوتی ہیں۔ چنانچہ جو چیزیں مُزَّيِّلٌ میں مفصل ہیں ان کی طرف مُدَّثِّرٌ میں اجمالی اشارات پاتے جاتے ہیں۔ اور جو مُزَّيِّلٌ میں مجمل بیان ہوئی ہیں ان کو مُدَّثِّرٌ میں قدرتے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اس انقلابی تعلیم کو روئے زمین پر متمکن کرنے کے لئے ایک جماعت کی ضرورت تھی۔ اس لئے مُزَّيِّلٌ میں آپ کو رفقاء کی تیاری کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے لئے نمازِ تہجد ————— قیامِ شب ————— مقرر کی گئی۔

تاکہ ان رفقاء کی تیاری تعلیم و مصاحبت سے کریں۔ اس کے بعد دوسری سورت میں ترمیمیل — تیاری رفقاء — کی عرض بیان کر دی گئی۔ یعنی یہ کہ آپ دنیا سے انسانیت سے ہر قسم کے ظلم کو محو کرینگے اور معاشرہ انسانی کو ہر قسم کی پاکیزگی سے معمور کریں گے۔ انسانی زندگی کو بین الاقوامی معیار پر بلند کرنے کے لئے چار اخلاق انسانوں کے اندر پیدا کئے جائیں گے۔ یعنی

- (۱) اللہ کی طرف اِحبات (جھکنا) — سَرَّيَاكَ فَكَبِّرُ
 (۲) طہارت — وَثِيَابَكَ فَطَهِّرُ
 (۳) سماحت — وَالرُّجْزَ فَاهْجُرُ
 (۴) عدالت — وَلَا تَمُنَّ بِمَنْ تَسْتَكْبِرُ

ان اخلاق اربعہ کے علاوہ شعائر اللہ — وہ چیزیں جن میں تجلیات الہی کا ظہور ہوتا ہے — سے تعلق قائم کرنے کے لئے حکم دیا گیا کہ لِرِيَاكَ فَاصْبِرُ۔ جس سے مراد یہ ہے کہ تعلق باللہ اپنے سبب میں معنوں میں صرف قرآن حکیم میں مرکوز ہے

اس طرح قرآن حکیم کے آنے والے انقلاب کا مجمل خاکہ پیش کر دیا گیا، یہ انقلاب جیسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے، سرمایہ پرستانہ ذہنیت کے خلاف ہے۔ سورہ مَرْزَل میں اس کا اجمالی ذکر وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ اُولِي النَّعْمَةِ میں کیا گیا تھا۔ لیکن مَدَّ ثَوْر میں اس کا قدرے تفصیلی ذکر آیات ۲۵ء میں کیا گیا ہے۔ اور سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا نہایت باریک نفسیاتی

تجزیہ کر کے دکھایا گیا ہے۔ کہ اس ذہنیت کا انسان فارغ البال ہونے کے باوجود زرا اندوزی کرتا ہے اور ذرائع پیداوار کو اپنے قبضے میں محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ وہ اسے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتا ہے اور جہاں کسی تحریک سے جو عوام کے فائدے کے لئے جاری کی جاتے۔ اس کے ذاتی مفادات کو ذرا سی بھی ٹھیس پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے وہ اس تحریک کے خلاف عملی اقدامات شروع کر دیتا ہے۔ جس کا آغاز غلط فہمی پیدا کرنے والے پراسپیگنڈا سے ہوتا ہے۔ اور انجام عملی عناد پر ہوتا ہے۔ بعض اوقات وہ اس تحریک کو (Mass Movement) کو روکنے کے لئے متوازی تحریک (Parallel Movement) کے پروگرام بھی وضع کرنے کی ٹھان لیتا ہے۔ لیکن انقلاب صالح کی تحریک صحیح خطوط پر چل رہی ہو تو مخالف تحریک کبھی کامیاب نہیں ہوتی اور مخالفین مرنے کے بعد اپنے ساتھ داغ ناکامی لے جاتے ہیں۔ جو ہمیشہ ان کے لئے سوہان روح بنے رہتے ہیں۔ اور دوسری زندگی میں ان کے لئے المناک عذاب کا باعث بن جاتے ہیں۔

کوئی انقلابی تحریک خواہ کتنی بھی عالمگیر نوعیت کی کیوں نہ ہو اول دور میں بین الاقوامی عناصر کو جمع نہیں کر سکتی۔ اس کی طبعی رفتار یہ ہوتی ہے۔ کہ ایک خطے کے اندر جو ایک زبان بولتے ہیں ایک صاحب فکر کے گرد جمع ہوتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ مضبوط جماعت بن جاتی ہے۔ یہ بین الاقوامی کام کی مرکزی جماعت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

مُزائل میں ذرا تفصیل کے ساتھ اور مدثر میں اجمال کے ساتھ قرآنی تحریک کے اس پہلو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یابیں ہمہ دونوں سورتوں میں اس تحریک کے اصلی رنگ ————— بین الاقوامیت ————— کی طرف صریح اشارے موجود ہیں۔

دونوں سورتوں سے بین الاقوامی تحریک کے جو اصول کار نکلتے ہیں وہ حسب ذیل معلوم ہوتے ہیں :-

(۱) تبلیغ و تنظیم

(۲) تعلق باللہ کا قیام

(۳) مساکین کی منظم خدمت

(۴) ظاہری پاکیزگی کا التزام

(۵) خیالات و افعال کی پاکیزگی کا استمرار

(۶) سرمایہ پرستی کا ہر شکل و صورت میں استیصال خواہ وہ ذہنی

ہو یا صوری

(۷) انفرادیت کی اجتماع کے ساتھ وابستگی۔

(۸) انسان میں اپنے افعال و اعمال کی ذمہ داری کے احساس

کی بیداری

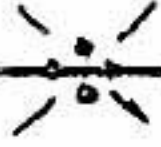
(۹) ہر شخص اپنی ذمہ داری پر انقلاب میں شامل ہو۔

(۱۰) دنیا میں بین الاقوامی انصاف و عدل قائم کرنے کا نتیجہ

کیا قرآنی انقلابی تحریک کے سوا اور بھی کوئی تحریک کامیاب

ہو سکتی ہے؛ ہرگز نہیں۔

قرآن ہر ایک انسان کو اُس کی ذمہ داری یاد دلاتا ہے۔
 فَهَلْ مِنْ شَرِّكَو؟ کوئی ہے جو خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر
 اس انقلاب میں تَقَدَّمُ کرے؟



وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا لِّنُحْيِيَ بِهِ الْبَلَاحِشَ وَالشَّجَارَ الْمُتَنَبِّهَةَ
 وَالَّذِينَ يَدَّبُرُونَهُ اسْتَضِضُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجَعْنَا لَهُمُ الْوُجُوهَ
 (القرآن الحکیم)

قرآنی دستور انقلاب

یعنی
 سورہ مزمل اور سورہ مدثر

حکیمانہ تفسیر

از مولانا عبد اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ
 شیخ بشیر احمد بی بی اے لووی زرگی

ان میں امام الائمہ، حجۃ اللہ فی الارض، امام و خاندانی محدث دہلوی کے فلسفے کے مطابق
 دکھایا گیا ہے کہ قرآن حکیم کا منشا اقتصادی اور علمی سرمایہ داروں کے خلاف عالمگیر انقلاب ہے۔

بیتِ حکمت، لاہور

تعداد اشاعت: ۱۰۰۰

طبع اول

پاکستان

297
 6 قر
 18